SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, December 27, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty seven minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایها الناس انتم الفقر ا ء الی الله و الله هوالغنی الحمید۔ ان یشا یذهبکم و یات بخلق جدید ۔ وما ذالک علی الله بعزیز۔ و لا تزروازرته و زرا اخری۔ و ان تدع مثقلته الی حملها لا یحمل منه شی ء و لو کان ذاقربی۔ انما تنذرالذین یخشون ربهم بالغیب و اقامو الصلواته۔ و من تزکی فانما یتزکی لنفسه و الی الله المصیر ۔ وما یستوی الاعمی و البصیر۔ ولا اظلمت و لا النور ۔ ولا الظل و لاالحرور۔

ترجمہ : لوگو ۔ تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے ۔ ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں ۔ کوئی بوجھ اٹھانے

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, December 27, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty seven minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایها الناس انتم الفقر ا ء الی الله و الله هوالغنی الحمید۔
ان یشا یذهبکم و یات بخلق جدید ۔ وما ذالک علی الله
بعزیز۔ و لا تزروازرته و زرا اخری۔ و ان تدع مثقلته
الی حملها لا یحمل منه شی ء و لو کان ذاقربی۔ انما
تنذرالذین یخشون ربهم بالغیب و اقامو الصلواته۔ و من
تزکی فانما یتزکی لنفسه و الی الله المصیر ۔ وما یستوی
الاعمی و البصیر۔ ولا اظلمت و لا النور ۔ ولا الظل و
لاالحرور۔

ترجمہ : لوگو ، تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی
نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے ۔ ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں ۔ کوئی بوجھ اٹھانے

والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا ۔ اور اگر کوئی لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے پکارے گا تو اس کے بار کا ایک ادنیٰ حصہ بھی بٹانے کے لئے کوئی نہ آئے گا۔ چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو ۔(اے نبی) تم صرف انہی لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ اپنی ہی بھلائی کے لئے کرتا ہے اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے ۔ نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں ۔ نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین۔ رخصت کی ایک درخواست ہے ۔

سردار سخی جان نے نا گزیر وجوہات کی بنا پر ۲۶ تا ۲۸ دسمبر رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت کی درخواست منظور فرماتے ہیں ۔؟

(رخصت منظور کی گئی)۔

ایک معزز رکن ۔ جناب والا' حیدر آباد کے قریب ٹنڈو آدم سے تیل نکلتا ہے جو کراچی میں صاف ہونے کی بجائے راولپنڈی میں لایا جا رہا ہے ۔ اس میں او جی ڈی سی کو کافی نقصان ہو رہا ہے ۔ یہ اہم مسئلہ ہے اس لیے میں یہ بات ریکارڈ پر لا رہا ہوں۔

Mr. Anwar Saifullah Khan: Sir, the honourable Senator is a young, very dynamic and good friend of mine. I will explain the situation to him. There is nothing of that sort and I am sure he will be satisfied and he will not press his point.

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے ۔ وزیر صاحب کہتے ہیں آپ کا مسئلہ حل کر دیں گے۔ پروفیسر خورشید احمد۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ جناب پارلیمانی روایات یہ ہیں کہ اس قسم کے سوالات اپوزیشن اٹھایا کرتی ہے حکومتی بنچز نہیں۔

جناب چیئرمین۔ حکومتی بنچوں میں بھی اپوزیشن ہوتی ہے۔ نمبر ۲، پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

SPECIAL REPORT RE: AWAMI TRACTOR SCHEME--------LAID

Prof. Khurshid Ahmed: I seek the leave of the House to present Special Report of the Standing Committee on Finance, Revenues and Economic Affairs and Statistics on the issue of the Awami Tractor Scheme launched by the Government.

Mr. Chairman: The report stands laid.

آج کس نے تقریر کرنی ہے۔

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS.

Mian Raza Rabbani: Yesterday when we adjourned, the last speaker was from this side. So, technically it would be from that side.

جناب چیئرمین۔ سید جواد ہادی صاحب۔

سید محمد جواد ہادی ۔ شکریہ، جناب چیئرمین صاحب کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر بولنے کا موقع دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صدر مملکت کا عہدہ بہت باعزت ہے اور اس عہدے کے کچھ خاص تقاضے ہیں جن کا لحاظ رکھنا حکمران جماعت کا بھی فرض ہے، حزب اختلاف کا بھی فرض ہے، عوام کا بھی فرض ہے اور اس سلسلے میں سب سے اہم ذمہ داری خود صدر مملکت کی ہے کہ وہ اس عہدے کی حرمت اور اہمیت کو ہر حالت میں بحال رکھے۔ کسی بھی سیاسی لیڈر یا سیاسی پارٹی کا رکن اس عہدے پر منتخب ہونے کے بعد تمام سیاسی وابستگیوں سے الگ ہو کر صرف پاکستان اور پاکستانی عوام کا صدر بن جاتا ہے۔ لہذا اگر عوام یا سیاسی پارٹیاں یا اپوزیشن پارٹیاں صدر مملکت سے یہ توقع رکھے کہ وہ غیر جانبدار ہو کر بلا امتیاز سب کو وہ عزت اور مقام دے

جس کی وہ حقدار ہیں تو یہ توقع بے جا نہیں ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! صدر مملکت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ وہ حکومت کی کارکردگی پر نظر رکھے اور اس کی غلطیوں کی نشاندہی کرے۔ اس سال صدر مملکت نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے جو خطاب کیا اس میں صدر مملکت نے چند اہم مسائل کی نشاندہی کی ہے جس پر چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے صدر مملکت نے پارلیمنٹ کی اقتدار اعلیٰ کی بات کی ہے۔ حقیقت یہ ہے اور یہ ایک افسوس کی بات بھی ہے کہ اس ملک میں پارلیمنٹ کی یہ حیثیت، اور پارلیمنٹ کی اس حیثیت کو ہمیشہ زک پہنچا ہے اور نقصان پہنچا ہے۔ پارلیمنٹ ایک بہت ہی اعلیٰ ادارہ ہے لیکن اس ادارے کی حیثیت کو ہمیشہ حکمران نظر انداز کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں کہ داخلی اور خارجی مسائل پر جو اہم فیصلے ہوتے ہیں اس سلسلے میں پارلیمنٹ کے معزز اراکین کو کبھی اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ حکمران جماعت اپنے سیاسی مقاصد کے پیش نظر یہاں تک آگے بڑھی ہے کہ سینٹ کے چیئرمین اور قومی اسمبلی کے سپیکر کی رولنگ کو بھی ماننے سے انکاری ہے۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ ایسی صورت میں پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کو یقینی بنانا اور اس کی حفاظت کرنا یہ سب سے پہلے صدر مملکت کے فرائض میں آتا ہے۔ صدر مملکت سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس موقع پر اپنا فرض منصبی پورا کرے اور حکومت کو پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کو ماننے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالے۔

دوسری بات صدر مملکت نے اپنے خطاب میں ملک میں جمہوریت کے مستقبل کو یقینی بنانے کے لئے کہی۔ اور فرمایا ہے کہ ملک میں جمہوریت کے مستقبل کو یقینی بنانے کے لئے قومی نوعیت کے اہم مسائل پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ ایک اچھی خواہش ہے اور میں سمجھتا ہوں ہر پاکستانی اور ہر سیاسی ورکر اور ہر سیاسی پارٹی کی یہ خواہش ہے اور یہ ناگزیر بھی ہے اس لئے کہ اس کے بغیر ملک میں جمہوریت مستحکم نہیں ہو سکتی لیکن اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ تمام سیاسی پارٹیاں بشمول حکمران جماعت اپنا رویہ مثبت بنائیں۔ اس سلسلے میں بھی سب سے اہم ذمہ داری حکمران جماعت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ سب سیاسی پارٹیوں کو ان کا جائز مقام دے اور سب کو اعتماد میں لے۔ غیر جمہوری اقدامات سے پرہیز کرے اور دوسروں کو برداشت کرنے کی کوشش کرے۔ امور مملکت کو جمہوری انداز میں چلائے بصورت دیگر ملک میں جمہوریت کا مستقبل تابناک نہیں ہو سکتا۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں

حکومت کے معاشی اقدامات پر بھی اظہار اطمینان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حکومت نے اس سلسلے میں ایسے اقدامات کیے ہیں جن کے مثبت نتائج نکلیں گے ۔جناب چیئرمین صاحب حکومت کے ان اقدامات سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان اقدامات کے فوری نتائج کیا نکلے ہیں۔ اس وقت ملک کا غریب طبقہ شدید دباؤ میں ہے کیا ان معاشی اقدامات کے نتیجے میں یہ پریشر اور دباؤ کم ہوا ہے یا مزید بڑھ گیا ہے ۔ جناب چیئرمین صاحب ملک کے معاشی نظام کو مستحکم بنانے کے لئیے یقیناً طویل المیعاد منصوبوں کی ضرورت ہے لیکن فوری طور پر ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جو موجودہ دباؤ اور پریشر جس کی زد میں ملک کا غریب طبقہ آیا ہے اور پس رہا ہے اس دباؤ سے غریب طبقہ کو نکالے ۔ اس ایک سال کے دوران میں مہنگائی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور غریب عوام کی ضرورت کی چیزوں کی قیمت بڑھ چکی ہے ۔ حکومت کو اس چیز پر خاص طور پر توجہ دینی ہو گی۔

صدر مملکت نے مزید چند امور کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں موجودہ حکومت کے وہ اقدامات ہیں جو بجلی کی پیداوار کے سلسلے میں حکومت نے کئے ہیں ۔یقیناً یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں بجلی کی پیداوار ضرورت سے کم ہے اور اس سلسلے میں اقدامات کی ضرورت ہے لیکن کسی ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایسے اقدام سے پرہیز کرنا چاہیئے جس کی وجہ سے ملک کی سیاسی حیثیت ملک کا استحکام اور استقلال مجروح ہوتا ہو ۔ جو اقدامات کیے گئے ہیں اور جس طرح سے اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے اس سے بھی پاکستانی عوام کے ذہن میں کئی ایک خدشات ابھرے ہیں ۔ ہم سب کو یہ بات معلوم ہے کہ اس وقت دنیا کی واحد سپر شیطانی طاقت امریکہ سیاسی میدان میں موجود ہے اور وہ اپنی سیاسی چود ھراہٹ کو منوانے کے لئیے خاص طور پر تیسری دنیا میں مختلف حربے استعمال کر رہا ہے۔ ان میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ وہ عرصے سے پاکستان پر یہ دباؤ ڈال رہا ہے کہ ایٹمی پلانٹ کے سلسلے میں پاکستان اپنے موقف سے دستبردار ہو جائے۔ وہ سپر طاقت جو کسی بھی طور پر مسلم ممالک میں سے کسی ملک کی طاقت اور حیثیت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ۔ خاص طور پر پاکستان پر جو عرصے سے دباؤ ڈال رہا ہے کیا ہوا کہ اچانک ہم پر اتنا مہربان ہوا ہے کہ اب ہماری طاقت اور توانائی کے لئے بڑی مقدار میں سرمایہ کاری کر رہا ہے ۔ ہمیں بجلی کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت یقینی طور پر پوری کرنی ہے ۔ لیکن خدانخواستہ کوئی ایسے معاہدے تو نہیں ہوئے ہیں کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہمیں اس ضرورت سے دستبردار ہونا پڑے۔ اس

کام سے دستبردار ہونا پڑے جس سے ہماری بقاء اور سلامتی کا تعلق ہے ۔ کیا یہ خدشات بجا ہیں کہ پس پردہ کچھ ایسے معاہدے ہوئے ہیں کہ پاکستان اپنے ایٹمی منصوبے کو منجمد کرے ۔ اس کے نتیجے میں اور اس کے بدلے امریکہ پاکستان میں سرمایہ کاری کرے ۔ خدا کرے یہ خدشات بیجا ہوں لیکن چند مہینوں سے امریکہ کی خاموشی سے کچھ خدشات پیدا ہوئے ہیں حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کو خاص طور پر پارلیمنٹ کے معزز اراکین کو اعتماد میں لے اور یقین دہانی کرائے کہ اس قسم کے کوئی معاہدے نہیں ہوئے ہیں ۔ ہمیں اپنے معاشی نظام کو مستحکم کرنے کے لئے بیرونی سرمایہ کاری پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ لیکن ہم اپنے سیاسی استحکام اور اپنے ملک کی عزت اور وقار کا سودا کسی طور پر کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین ! صدر مملکت نے اپنے خطاب میں ملک میں امن و امان کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ بات سب کے علم میں ہے اور سب جانتے ہیں ۔ حکمران ، اپوزیشن ، تمام سیاسی پارٹیاں اور سیاسی ورکر جانتے ہیں کہ اس وقت ملک کا نمبر ۱ مسئلہ امن و امان کا ہے ۔ صورتحال اتنی بگڑ چکی ہے کہ ملک بارود کا ڈھیر بن چکا ہے اور اس کا واضح نمونہ کراچی ہے ۔ کراچی میں جس طرح سے قتل عام ہو رہا ہے ۔ جس طرح سے امن و امان اور سکون تباہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے عام شہری اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا ۔ سیاست مدار اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ دینی مراکز محفوظ نہیں ہیں ۔ دانشور محفوظ نہیں ہیں ۔ صحافی محفوظ نہیں ہیں ۔ ایسے حالات میں کیا حکومت کا فرض نہیں بنتا کہ وہ امن و امان کو یقینی بنانے کے لئے سنجیدہ کوشش کرے ۔ زبردستی سے، زور سے کسی کو مرعوب تو کیا جاسکتا ہے لیکن مستقل حل کسی بھی مسئلے کا نہیں نکالا جاسکتا ۔ کراچی میں جو حالات پیدا ہوئے ہیں ۔ ان سب کا ، ہم میں سے کوئی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ اس میں پاکستان دشمن بیرونی طاقتوں کا ہاتھ یقیناً ہے ۔ لیکن ان تمام حالات کی ذمہ داری صرف بیرونی طاقتوں پر ڈال کر اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان تمام عناصر ، تمام پارٹیوں کو کراچی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے اعتماد میں لے، جن کا وہاں کوئی مقام ہے ، کوئی حیثیت ہے ۔لہذا ان تمام موثر قوتوں کو خلوص نیت سے دعوت دے اور بلائے اور ان کے مشورے سے

فوری طور پر کراچی میں امن و امان کو یقینی بنانے کے لئے کوئی فارمولا بنائے۔ کسی کو crush کرنا، نظر انداز کرنا، متبادل جعلی قیادت کو سامنے لانا مسائل کا حل نہیں ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ دیگر فریق جو ہیں ان کی غلطیاں نہیں ہیں ان کی بھی یقیناً" کوتاہیاں ہیں، کمزوریاں ہیں۔ لیکن اس وقت حکومت کا فرض یہ ہے کہ ان طاقتوں کو قریب لائے، اعتماد میں لے، اور ان کا جائز مقام تسلیم کرے۔ دیکھیں اگر عوام کسی کو قیادت کے لئے منتخب کرتے ہیں، وہ جو بھی ہیں، جیسے ہیں، جہاں بھی ہیں، جب عوام نے ان پر اعتماد کا اظہار کیا ہے تو حکومت یا حکمران کا یہ حق نہیں ہے کہ ان کو زبردستی میدان سے نکالے۔ حکومت کا فرض ہے کہ ان کے جائز مقام کو تسلیم کرے، ان کے جائز مطالبات تسلیم کرے، ان کو اعتماد میں لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کراچی کے حالات تب تک ٹھیک نہیں ہوسکتے ہیں جب تک ان تمام موثر قوتوں کو اعتماد میں نہ لیا جائے جن کا کراچی میں مقام ہے اور حیثیت ہے۔ اسی حوالے سے ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت اس ملک کے لئے زہر قاتل ہے۔ یقیناً" ایسے قانون موجود ہیں کہ اگر ان کو صحیح طور پر لاگو کیا جائے تو اس کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ اگر قوانین کے حوالے سے کوئی کمی ہے، کسر ہے تو اس کو بھی اگر ضرورت محسوس ہو تو پورا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ فرقہ واریت کو کنٹرول کرنے کے لئے کون سی سنجیدہ کوششیں ہوئی ہیں۔ اور کتنی ہوئی ہیں، کیا صرف اخباری بیانات تک یا صرف معمول کی کارروائی ڈالنے کی حد تک اقدامات اس خطرناک سلسلے کو ختم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کیا حکومت نہیں چاہتی کہ اس ملک کی بقاء اور سلامتی کی ضمانت فراہم کرنے کے لئے فرقہ واریت کو کنٹرول کرے۔

جناب چیئرمین صاحب، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ کچھ فروعی مسائل ایسے ضرور ہیں کہ جن کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، یہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے لیکن اس کے باوجود تمام مسلمان، تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان ان جزوی اور فروعی اختلافات کے باوجود آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ اچھے تعلقات تھے، رواداری تھی۔ کیاخدا نخواستہ ایسا کوئی نیا مسئلہ پیش آیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ یہ مسائل دیرینہ مسائل ہیں، اور یقیناً" جزوی مسائل ہیں، فروعی اختلافات ہیں، ان کے مقابل میں مشترک بہت زیادہ ہیں جو بنیادی ہیں، جو اساسی ہیں لیکن ان جزوی اور فروعی مسائل کو جس انداز سے بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے،

جس کی بنیاد پر کردار کشی کی مہم چلی ہوئی ہے' قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ یہ یقیناً ان کے سیاسی محرکات اور سیاسی عوامل ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ مملکت اسلامی پاکستان کا اس دنیا میں ایک مقام ہے' ایک حیثیت ہے۔ اگر یہ ملک مضبوط ہو' یہ ملک مستحکم ہو' یہاں ہم آہنگی ہو' اتحاد ہو' وحدت ہو' یگانگت ہو تو نہ صرف یہ کہ پاکستان دنیا میں اپنی حیثیت منوا سکتا ہے بلکہ دنیا کے دیگر مظلوموں' محروموں اور مجبوروں کی بھی بھرپور مدد کر سکتا ہے۔ کشمیر کے مسئلے کے سلسلے میں پاکستان کا اخلاقی' سیاسی' مذہبی فرض بنتا ہے کہ وہ اس میں بھرپور کردار ادا کرے۔ لیکن اس کردار کی ادائیگی سے روکنے کے لئے پاکستان دشمن عناصر نے یہ حل نکالا ہے کہ پاکستان میں ایک ایسی فضا قائم کی جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ پاکستان کو کشمیر کے سلسلے میں بھی بھرپور کردار ادا کرنے کا موقع نہ ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فرقہ واریت کو جس انداز سے پھیلایا جا رہا ہے' اس کا پرچار کیا جا رہا ہے' اس کا براہ راست کشمیر کے مسئلے سے تعلق ہے' اس کا براہ راست ایٹمی توانائی کے مسئلے سے تعلق ہے۔ پاکستان دشمن طاقتیں چاہتی ہیں کہ پاکستان ایٹمی توانائی کے مسئلے پر اپنے موقف سے دستبردار ہو جائے۔ کشمیری مجاہدین کی حمایت کے فرض سے دستبردار ہو جائے۔ لہذا پاکستان کو ایسے اندرونی مسائل میں الجھایا جا رہا ہے۔ کشمیر کا ذکر آیا' یقیناً کشمیر کا مسئلہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس محاذ پر بھی ہم نے کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی۔ ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے اور پارلیمنٹ کو اعتماد میں نہ لینے کی وجہ سے اور قومی عزت و وقار کے حوالے سے اس اہم مسئلے میں دیگر سیاسی قوتوں کو اعتماد میں نہ لینے کی وجہ سے اس مسئلے پر بھی ہم نے کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی۔ کئی محاذوں پر پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ چند محدود دوست جو کشمیر کے مسئلے میں پاکستان کا مخلصانہ ساتھ دے رہے تھے' اپنی شکست کے تمام الزام کو ان کے سر پر ڈال کر ان کو بھی ناراض کر دیا گیا۔ اسلامی کانفرنس میں جو کامیابی نصیب ہوئی ہے ہم اس کی قدر کرتے ہیں لیکن اس سے مسئلہ کشمیر حل نہیں ہو سکتا' اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اسلامی کانفرنس میں یہ قرارداد منظور کروا کے اپنے فرض کو ادا کر لیا ہے۔ کشمیری مجاہدین کی مدد کے لئے صحیح منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اسی طریقے سے ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان میں جو حالات ہیں۔ پاکستان نے چودہ سال تک مجاہدین کی مدد کی لیکن آج ہوتا یہ ہے کہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا الزام بھی پاکستان پر ڈالا جا رہا ہے۔ ایسے کیوں ہوتا ہے؟ کیا پاکستان کی افغانستان کے مسئلے کے بارے

میں کوئی واضح پالیسی نہیں ہے، کوئی ٹھوس موقف نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں پاکستان کو سوچنا چاہیئے کیونکہ افغانستان کی خانہ جنگی اور اندرونی اختلافات کا پاکستان پر براہ راست اثر ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین۔ علامہ صاحب اب وائنڈ اپ کرلیں۔

سید محمد جواد ہادی۔ جناب چیئرمین! ختم کرتا ہوں جی۔ جناب چیئرمین! صدر مملکت کا خطاب ان کے فرائض منصبی میں ہے۔ اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں، ایسا ہونا بھی چاہیئے۔ لیکن اس خطاب میں صرف حکومت کی کارکردگی کی رپورٹ نہیں دینی چاہیئے۔ اس خطاب میں حکومت کی کمزوریوں کی اور غلطیوں کی نشاندہی بھی ہونی چاہیئے۔ اس خطاب کو جب ہم دیکھتے ہیں اول سے آخر تک صرف ایک رپورٹ ہے۔ ہمیں بجا طور پر صدر مملکت سے یہ توقع ہے کہ حکومت کی غلطیاں، کمزوریاں یہ کسی بھی حکومت میں ہو سکتی ہیں، ان کی بھی نشاندہی کریں۔ خاص طور پر جمہوری اقدار کو جس انداز سے پامال کیا جا رہا ہے، پارلیمنٹ کی حیثیت کو جس انداز سے نظر انداز کیا جا رہا ہے، صدر مملکت کا فرض منصبی ہے، اور ان سے بجا طور پر یہ توقع بھی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کریں اور اس ملک میں جمہوریت کے مستقبل کو یقینی بنانے کے لئے وہ پارٹی حیثیت سے یقیناً بالا تر ہو کر، سب پر، تمام پارٹیوں پر اور تمام سیاسی گروپوں پر دست شفقت رکھیں اور حکومت کو نصیحت کریں کہ وہ جمہوری اقدار کا احترام کرتے ہوئے اپوزیشن کو جائز مقام دے جن کے وہ حقدار ہیں۔ اسی طریقے سے کراچی کے مسائل میں، کراچی کے حالات کے بارے میں صریحاً عرض کروں گا کہ ایم کیو ایم کی جائز حیثیت کو نظرانداز کرنا اور ان کی عوامی طاقت کو نظر انداز کر کے کوئی حل تلاش کرنا کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔ لہذا صدر مملکت سے یہ توقع ہے کہ ان اہم مسائل کے سلسلے میں وہ حکومت کو متنبہ کریں گے، حکومت کو نصیحت کریں اور حکومت کی ناقص کارکردگی اور کمزوریوں کی بھی نشاندہی کریں تا کہ اس ملک میں جمہوریت کا مستقبل تابناک بنے اور اس ملک میں امن و امان کا مسئلہ بھی حل ہو جائے، فرقہ واریت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ۔ کمال اظفر صاحب۔

Barrister Kamal Azfar: Mr. Chairman, while listening to the speeches that have been made on the Address of the President, I can not

choose but comment that it appears that the speech has not beencarefully read. We, of course, know that the speech was not heard and other speakers have expressed theirdisgust and shame about that what had happened on the day when the President was addressing the Parliament. But we had hoped that in the time which has passed some serious attempts could have been made to understand and to comprehend what the President was trying to say in his speech. And, therefore, I would like to take some of the time of this House to refresh the memory of the House as to what the President had said on the 14th day of November, when he was addressing the Joint Session of Parliament. But before I come to that, it is necessary to reply to some of the allegations that have been made in the speeches that have been delivered yesterday and today. It has been said that the Government of Pakistan is in a situation where it is going to strike some secret deal on the nuclear issue in exchange of the energy policy. Not only this, there are rumours that the 7th Fleet had moved into Karachi and that Karachi was being handed over to the 7th Fleet and Gawader Port was being handed over to some other country, and also it has been said that the Government, the Administration of Mohtarma Benazir Bhutto is ignoring the MQM, that the Kashmir cause has not been fully supported and, I think, all these allegations need to be replied to.

To begin with, Sir, we can say with the greatest confidence and with utmost sincerity that under no circumstances Pakistan will come to any secret deal on the nuclear programme. It is the categorical policy of the Government of Pakistan and I am glad to say that this is a policy that is shared by all Pakistani patriots, that we will not sign the NPT until and unles India signs the NPT first. There is no question of any secret deal. We will only deal with open covenants,

openly arrived at. And there will be no possibility and there is no intention and the record of the PPP speaks for itself because it was Zulfiqar Ali Bhutto who started the nuclear programme, that there will be no understanding, deal, secret pact of any kind which could prejudice the security of Pakistan. There is no question of Karachi which is the gateway of Pakistan and indeed of South Asia. Karachi which is the heart and soul of Pakistan, Karachi which is the energy and the main hub of the economic activity of Pakistan.

There is no question of cutting Karachi or of ignoring the problems of Karachi and the best evidence is that the President himself has frequently visited Karachi and the Prime Minister is now in Karachi meeting all sections of the population and introducing and creating a policy and a package which will deal with the social, economic and political problems of the city. As far as the representative capacity of the MQM is concerned, there is no doubt that the representative capacity is there. There is no monopoly, but it is a representative organization and there is no question of ignoring the MQM. Talks are going on at this time under the directions of the Federal Government with the approval of the Prime Minister of Pakistan, in the presence of the Prime Minister of Pakistan between the MQM and between the Pakistan People's Party and everybody would hope that some reasonable adjustments can be found which will be for the betterment of Karachi, for the betterment of Sindh and for the betterment of Pakistan.

The Kashmir cause has also been mentioned and once again great achievements that we have achieved at the Casablanka Summit have been ignored. The Foreign Minister is here, he could also inform this House about it himself. Sir, may I read from the text of the special declaration on Jammu and

Kashmir that was passed at the 7th Islamic Summit in Casablanka, and more than 50 countries were present there and the declaration says, "the Conference declares its commitment to promote a peaceful solution to the Jammu and Kashmir dispute on the basis of the UN Resolution". This is a great achievement, it is a fantastic achievement, it is a great leap forward, because for the first time the basis of the UN Resolution has been made the subject matter of an international delcaration in which more than 50 countries have participated. To say that we have not done enough to solve the Kashmir problem or to promote the Kashmir cause is totally a traversity of facts. It is against the record. It is against what was achieved by the untiring efforts of the Government over the last one year. There are at least 7 achievements in the Casablanka Conference. It was for the first time that the Conference has called for a peaceful settlement of the Jammu and Kashmir issue in accordance with the UN Resolution. It is for the first time that the efforts of the Government of Pakistan to initiate the meaningful and bilateral dialogue was againt in the Conference itself. The Conference also called upon India and Pakistan to re-deploy their forces to peace time location and also called upon the Government of India to avail itself of the offer of good offices made by the 20th Islamic Conference of Foreign Ministers. This is again one of the methods for resolution of the dispute and this is mediation at the highest level when the whole Muslim Ummah is speaking for Kashmir. It is not only the people of Kashmir, it is not only the people of Pakistan but the entire Muslim Ummah from the shores of the Atlantic to the South Pacific Islands of Indonesia are speaking for Kashmir with one voice that the UN Resolution should be implemented. Is this not an achievement ? Is it fair to say that we are not paying attention to the Kashmir problem? When the

treatment business of the President and the Prime Minister of Pakistan have broken the logjam with the frequent business and intensive diplomacy of the Foreign Ministers and the Kashmir Conference and I will not hesitate to pay tribute also to Nawabzada Nasrullah Khan, who is a veteran leader. who has also played a great role along with his other colleagues in the Kashmir Committee to highlight this issue.

Sir, this is also very important that for the first time the members of the all Pakistan Hurriyat Conference on Kashmir were invited to the meeting and the meeting of the contact group was presided over by the Prime Minister of Pakistan at which the President of Turkey was present, at which many other Heads of States and Governments were present. And for the first time Mir Waz who is the young leader of the Kashmir All Pakistan Hurriyat Conference which represents all the representative organizations of Kashmir and our own President of the Azad Jammu & Kashmir, Sardar Abdul Qayyum Khan, also made a presentation and the presentation created an important impression on the Conference itself. So, Sir, in the light of all this, I think, the House should infact applaud the efforts of the Government and this is mentioned also in the President's speech.

Now, Sir, I come to the question of the constitutionality of the Sabir Shah Government and the fate of the Sabir Shah Government and what has been happening in Supreme Court of Pakistan to which also reference was made. Sir, I would like to submit that there is no doubt that the Speaker of the Provincial Assembly does not have the powers to disqualif any member. It is like this Sir, you have the power to disqualify us and of course, you are a man of great learning and great integrity, but tomorrow, may be, somebody else sitting in the Chair and could he disqualify this whole House and send us home when the

people are elected in a representative capacity, it is as simple as that. The Speaker of the Provincial Assembly just does not have the power to declare a person to be disqualified from being the member of the House. And all that, the Supreme Court has gone to affirm that simple proposition. it was a naked act of usurpation. The Speaker usurped the power that the Constitution does not give him. I do not have the power to appoint the Secretary of the Senate. Supposing, I was to pass an order that the Secretary of the Senate should be replaced by some other person, would that be a valid order? Can I disqualify anybody, any Minister or any member of Parliament? It is not a power that we have. These powers are conferred by the Constitution on certain bodies and organs. And since it was such an act the power was exercised. And of course, what the Sabir Shah Government was doing. Sabir Shah Government was taking the province towards the dissolution of the Assembly. They were taking the Province to a situation when they had lost the majority in the House. Because they had struck certain understanding, they had underhand horse trading with the independent members and they could not live up to those promises and once they lost the majority in the Parliament, they could not stay and therefore, there were only two options, either that the House should have been dissolved or fresh elections should have been held or the House should have reposed its confidence in a new government.

How many elections should the people of Frontier have to face? It is said that the by-election have been lost: Mr. John Major lost by-elections by a big swing. The Leader of Opposition in the Labour Party has not said that John Major Government should resign. After all, if it is a five day's test, you can't declare at the end of the first day before Salim Malik comes and hits his double

century that now Australia has won the test. It is a Government that is elected for a tenure of 5 years. It has to have time. Some tough decisions have to be taken and we will come forward before the people and if the people of Pakistan do not accept us after 5 years, we will go home. We know how to sit in the Opposition. Most of our lives have been spent in the Opposition, but if the people of Pakistan are satisfied with the record of the government, they can give us another chance. But it is not fair that eversince the government has been elected that after every 2 or 3 months ther a is a wheel jam, there is a train march , there are other allegations. The President of Pakistan has been chosen -- after all it was his own ancestral property. The law says, 'the buyer beware'. It does not say the seller should be beware. To me, tomorrow I, like somebody, may be a friend of mine, if I am selling my motor car and somebody else, who may be my enemy, comes and gives me a better price, I will sell the motor car to the enemy. It is a qaestion of his own ancestral property and somebody from Dera Ghazi Khan once spoke to me about it. I said, 'you please get some land next door to that land at the same price and I am prepared to buy and he didn't come back'. On the other hand, we have so called Ittefaq Group, the total loans that the Ittefaq Group had in 1983-84, when the person who is most prominent in that Group was nominated the Finance Minister in a Martial Law Government, was worth 35 crores. And today their assets - and they don't deny these facts, they never deny the allegations that have been made, that their total assets are 615 crores.

So, after all, we political workers, who have been in the game for 20 - 25 years, we don't even know what a crore of rupees looks like. We have also held offices Sir. I have also been a Finance Minister in the province of Sindh long

before the Chairman of Ittefaq Group became the Finance Minister, I did not even collect the house rent for my house . Because, although it was in the name of my mother but I was living in that house and I was not paying her rent. And the Government of Sindh still owes me 35 - 45 thousand rupees but I did not claim it. I did not claim one rupee of furniture, because the only thing I got from the Government, was the Pakistan Flag which went back. Because this is an office of trust and here is a person whose wealth increased by 20 times from 30 crores to 600 crores and at the same time they are enjoying thebenefits of office, at the same time they have the impertinence and the impudence to attack us of corruption. Now, I come to the President's speech. It is not correct that the President has not spoken about these matters. The President has spoken about these matters, the President Sir, expressed his concern about inflation. The President in his speech has said that inflation is proving to be intrackable more than we thought and some attempts should be made to improve the situation. The President has spoken about corruption, the President has spoken about the law and order situation and he has made specific reference to the ethnic and sectarian problems to which the last speaker has referred to. He has referred to those problems and he has spoken about the need to resolve those issues. The President has spoken about the law and order situation. The President has spoken about the fact that we are lagging behind in terms of education, that our literacy rate is less than one third per cent and there is need to have a crash programme for improvement of literacy and education, but these are common tasks and I will now come to what he has said in his speech. In his speech the President made the following important points.

Firstly, he said that the Parliament was a result of the elections which

were fair and free. And who can be better guarantor of that than our own Chairman, the Chairman of the Senate, who was the President of Pakistan when the elections were held. He himself would be the best person to certify that the elections were fair and free.

Then, the President has mentioned that the legislative work and here I would pay tribute to my colleague Senator Iqbal Haider who has been our distinguished Minsiter for Law, Justice and Parliamentary Affairs that during his tenure the National Assembly of Pakistan has passed 33 Bills and the Senate has passed 18 Bills which is, I think, must be some kind of record in the history of Pakistan. Sir, I am sure, I am not alone in paying this tribute to Senator Iqbal Haider.

The economic statistics also have been cited by the President and speaks of the fact that at the time in 1993 when elections were held the Paksitan had less than two weeks of foreign exchange reserves of 300 million US dollars and if that fact is not correct the person who was the Minsiter of Finance at that time, the Secretary General of the PML(N), Senator Sartaj Aziz is here and this is the facton the record and the statistics that are there and the budget deficit had also exceeded 8 per cent. Whilethe agricultural production had been reduced by 2.6 per cent and the country was drifting towards economic disaster. This is exactly also what Moeen Qureshi had said who is the man doctor of economics of world repute and who had been selected with the consent of both sides to come here and manage the elections and elections in the Interim Government, not to manage in any other sense. Since then our foreign exchange reserves are now more than 3billions and this is a record in the history of Pakistan. The Government has cut the budget deficit to 5.8 per cent. The

agriculture tax has been levied on wealthy landlords. And now the energy policy of the administration of Mohtarma Benazir Bhutto has won accolade from throughout the world. It has attracted investment on a large scale. People are making fun of Gordon Wu but it is the same Gordo Wu who has turned around the power break downs in Manila. When I was at the Conference of the Socialist International in Bhudapest early this month, the Phillipine Delegate told me that they used to have 12 hour power break downs and in one year this Gordon Wu has turned it round and there is now a continuous, uninterrupted supply of electricity in Phillipines and he has also investment in China before that. Then, in addition to that, the 8th plan and the US investment that has attracted the result that in the last five decades nearly fifty years the total power generation capacity of Pakistan was 11000 MWs and this will be doubled in the next five years. So, we will achieve in five years what had been achieved in the last fifty years and if that is not the great leap forward, a great progress, then what is progress that our rate of energy expansion will be ten times higher than the rate in the past.

Then, Sir, it has been said that agriculture, yes cotton is a problem because our learned Minsiter of State for Parliamentary Affairs is present here. I have read the report of the Cotton Committee with a great deal of interest and in fact the white fly and the cotton virus do not know whether elections have been held in Pakistan or not. The white fly has no political leanings either for this government or the other government. The white fly is there and unfortunately the effect of the virus is that our production of cotton has nearly gone down by half because it reached 13 millions bails, and we are now in the range of six to seven hundred million bails. So, this is something that is a matter of great concern and because cotton is the main stay of the Pakistan economy and cotton

is the basis on which 70 percent of our exports are based and much of the inflation is due to the cotton crop and from this report according to the report of the Cotton Resource Committee I will read just one sentence. In 1991-92 in the crop season , Pakistan produced record production of 12.8 million bails with the yield of 768 k.gs lint. Since then the production has fallen . In 1992-93 crop season the production dropped to 9.1 million bails to the yeild of 543 k.gs. In 1993-94, the production further dropped to 7.935 million bails with the yeild of the 481 k.gs of lint. The continuous decline in the production made Pakistan an importing country of cotton and lost its continous status of second largest exporter of cotton in the world.

Now Sir, I would say that Mr. Sartaj Aziz,who has been previously the Agricultural Minister and also the Finance Minister, he is also here and this decline in the cotton output began during the time when Nawaz Sharif was in power. So, it is not just question of the Peoples' Party or PML(N) , it is a matter of common concern because Pakistan's economy depends on cotton and we should advance forward in this field. We should pay attention to the needs of the cotton farmers because the main reason for the decline is in yield as in the report of the Cotton Resource Committee and we have to have an intensive campaign , first to identify the causes of it and also for the better supply of credit , the better supply of fertilizers, the better supply of seeds and pesticides to the farmers. Because if Pakistan is to make economic progress we have to realize the fact that our first and foremost duty would be to pay attention to a jump in the yield of agricultural production . Agriculture is still the foundation of our economy because even if we go for industrialization or some other methods, it will take time. There are long gestation periods but whereas the low

yields of our wheat and rice and cotton at the same time they also are asource of potential . They show us that this is one area in which we can make a very rapid progress in two or three years and instead of just going in for unconstructive criticism. I think, it is better that all of us, the whole country should get together and strengthen the hands of the Pakistani farmers so that we can move forward on these issues.

Then, Sir, in his speech the President has also called upon a need for a national consensus on socio-economic issues. And this is, what I am submitting just now that there is a need for a consensus on raising our agricultural production, on emphasising education, on educating our children, on having a common approach on the nuclear issue, on having a common approach on the Kashmir issue because these are concerns which are of vital importance to the country. They are not party or political matters and on these matters, I think, the Opposition should turn a leaf and they should stop trying to destablize a government which has been elected by the people and instead pay attention to the common cause of development of our human and economic resources. Then, Sir, the fact is that in privatization we have again proved that there is much greater scope for getting better value for our industries and the privatization will not only lead to a better economic management but would also augment our resources so that we can pay a part of the national debt which will again bring down the inflation and also we can build new roads and build new schools and hospitals.

Sir, the point was made yesterday that the dual track which is being made from Sama Satta to Peshawar is starting in Sama Satta. But that makes no difference because eventually it will connect Peshawar to Sama Satta. So,

whether you start the dual track from Peshawar or you start this dual track from Multan, it makes no difference. But this again is avery important part of the project, of the policies of this Government to emphasise the rail road, and to make a dual track system so that from Karachi to Peshawar rail road can carry a greater part of the load of the passengers.

Then, Sir, this Government has also introduced the right of women to be judges of Superior Courts for the first time. The women of Pakistan are now adorning the benches of the High Courts of Sindh, of Punjab, of Frontier, and also the Government is moving forward on the other Foreign Policy aspects. And here, I would say, coming to the end of my speech of my submissions, Sir, that the relations with United State of America are not the same as they were during the Afghan War. It is a matter of politics and our understanding that those relations were not the same, but this does not mean that we abandon those relationships. I think, relationship between Pakistan and United States of America are now on a more even [illegible] in the sense that we have shown the United States of America and the world that we can live without US AID is now four years have passed it was 1990 when the Presseler Amendment was applied which is a discriminatory amendment. The Presseler Amendment is an unfair amendment. The Presseler Amendment is an amendment which only singles out Pakistan and is not even handed. But that amendement was applied to us and the aid was cut off. But four years have passed and we have not made any compromise. We shall never compromise on the nuclear issue and yet we are trying to build our relationlships with America on an even keel. It is a multi-dimentsional relationship, it is a relationship in which economic diplomacy plays a main part. The relationship is based on energy, on trade and infact

people should be happy that we are getting visits from the Foreign Secretary of United Kingdom, we are getting visits from the Defence Secretary of the United States of America. We are receiving visitors from all over the world, all roads lead to Islamabad. This is to the credit of the Government of Pakistan and all Pakistanis should be proud of the fact that all these roads are leading to Pakistan . Instead of making critical comments instead of reading between the lines, instead of trying to run down these achievements, what we lack is confidence in ourselves. I was talking to Christine Lamb, who is now the correspondent of the 'Financial Times' in Brazil, and she was here on the visit and I was talking to her, she has written a book which is not popular in the country, which is critical of many of our aspects of our country. But I was asking her, I said 'what is the difference you find between Brazil and Pakistan', and she said "your country has greater potential and greater resources than Brazil". In Brazil, on the beach the famous Copacabana Beach which is famous throughout the world, there are hoards of children, who have no fathers, who are roaming around, who are attacking, who are being killed every day. She says that the family structure has broken down in Brazil. They have very much higher galloping rate of inflation than you have". But she said, "there is one difference between Pakistan and Brazil that you don't have confidence in your own future". Say, let us have confidence in ourselves. Of course, we are a poor country, of course, we are a Third World country, of course, we have problems, of course, our literacy rate is 37%, of course, the law and order situation is not perfect, but with confidence in ourselves', 'with faith in Allah', 'with unity, faith and discipline', we can overcome this, we can climb the mountain tops. I thank you Sir.

(At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by the Deputy Chairman)

Mr. Deputy Chairman: Thank you Mr Kamal Azfar. I will now give the floor to Mr. Ibrahim Khan Sahib

جناب محمد ابراہیم خان۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب، آج جو ڈیبیٹ ہو رہی ہے جناب صدر کے ۱۴ ۔نومبر کے خطاب کے حوالے سے، پہلے میں معذرت چاہتا ہوں کہ میرا گلا صحیح کام نہیں کر رہا ہے پھر بھی کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ کہوں، جناب عالی! صدر صاحب نے حقیقتاً مسودے سے اپنی تقریر پڑھی وہ مسودہ ہمارے سامنے بھی ہے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے خطاب کیا۔ خطاب کرنا اور خطبہ پڑھنا ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ جیسے ہم پارلیمنٹ کے ممبران کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ... اذ سے اپنی تقریر پڑھیں صدر صاحب بھی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں گو کہ وہ صدر ہیں۔ ان کے آئینی اور دستوری اختیارات بہت زیادہ ہیں مگر پھر بھی میں سمجھتا ہوں خطبہ جس طریقے سے پڑھا گیا وہ ہم ممبران شوریٰ کو بالکل سنائی نہیں دیا۔ وہ شور شرابا جو پارلیمنٹ شوریٰ میں ہو رہا تھا اس کی وجہ سے صدر صاحب کی آواز دب کر رہ گئی تھی۔ جو کچھ ہم نے اخذ کیا ہوا ہے وہ یہ متن ہے جو ہمارے پاس پڑا ہوا ہے۔ اب پڑھ رہے ہیں، اب دیکھ رہے ہیں اور اپنا ردعمل بتا رہے ہیں۔

جناب عالی سابقہ صدر کے دور میں بھی مجلس شوریٰ سے اس طرح خطاب ہوا تھا اس وقت کی اپوزیشن یعنی اب کی برسراقتدار پارٹی تھی جس نے " گو بابا گو " کے نعرے لگائے اور اس انداز میں لگائے کہ " تقریباً تقریباً وہ بھی پڑھتے گئے پڑھتے گئے " کسی نے لفظ تک نہ سنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں اتنی بے آئینی، بے دستوری باتیں ہوتی ہیں، غیر قانونی باتیں ہوتی ہیں اگر اس آئینی تقاضے کی بھی پاسداری نہ کرتے اور تقریر نہ کرتے تو کم از کم پارلیمنٹ کی اور اس قوم کی اتنی تضحیک نہ ہوتی۔ ایک تقریر ہے اس کو postpone کر جاتے۔ کوئی عذر پیدا کرتے، اس سے بہت بہتری پارلیمنٹ کے لئے ہوتی۔ لیکن ایک بات کہتے ہوئے میں حیران ہوتا ہوں کہ اس وقت جب وہ غلام اسحٰق صاحب کی تقریر میں " گو بابا گو " کے نعرے لگ رہے

تھے بالکل آخر یہ گو بابا گو کے نعرے کا عمل واک آؤٹ پر ختم ہوا اور میں گنتا رہا میں نے دیکھا کہ کل ۲۵ ممبران مجلس شوریٰ کے ارکان واک آؤٹ کے لئے نکلے ۔ اس دفعہ کم از کم اپوزیشن کی strength اس سے تو دوگنا تھی بے شک دوگنی سے بھی زیادہ تھی ۔ اگر یہ شرابہ ہوتا تو لازمی طور پر اس تعداد سے زیادہ شور شرابا تھا ۔ لیکن انجام اور نتیجہ جو ہم نے دیکھا اس وقت کسی نے بھی پارلیمنٹ کے ممبر کی پٹائی نہیں کی ۔ اس کے وقار کو نقصان نہیں پہنچایا ' پارلیمنٹ کے وقار کو نقصان نہیں پہنچایا ۔ اور اس وقت جو حال ہوا پارلیمنٹ کے ممبران کا ' ان کی پٹائی ہوئی ۔ باہر سے لوگ بلوائے گئے ' ۔ ہمارے پارلیمنٹ کے employees کے dress میں لائے گئے اور جو سلوک کیا گیا وہ غیر پارلیمانی اور بالکل بازاری قسم کا تھا مجھے اس پر افسوس ہو رہا ہے ۔

جناب عالی ! امید کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسا موقع آیا تو کم از کم شائستگی سے کام لیا جائے گا ۔ پارلیمنٹ کے ممبر بھی معزز اور مہذب لوگ ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ کیا کیا جائے ۔ دونوں طرف سے نفاست اور شائستگی کی بات ہونی چاہئے ۔ اس طریقے سے پارلیمنٹ کا وقار برقرار رہ سکتا ہے ۔ جناب عالی جہاں ایک امر کا میں ذکر کرتا ہوں کہ صدر محترم اس ملک میں سب سے بڑے منصب پر فائز ہیں اور سب سے بڑے منصب کے بھی اپنے تقاضے ہوتے ہیں جتنا آدمی اونچی کرسی پر جائے اتنی ہی اس کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہے ۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کسی دن اخبار کا پرچہ ایسا نہیں نکلتا کہ جس میں scandle کا ذکر نہ ہو ۔ اس اخباری تشہیر سے پارلیمنٹ کے ممبران کی افسر شاہی کی بذات خود صدر صاحب کی اور خود وزیر اعظم صاحبہ کی بدنامی ہوتی ہے ۔ اور ایک اچھے معاشرے میں جتنا آدمی بڑا ہے جتنی اس کی کرسی بڑی ہے اس کی اتنی ہی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ۔ جناب میں اس سے زیادہ خوش ہوتا اگر صدر صاحب اس سکینڈل کو نہیں سن سکتے تو ان کو چاہئیے تھا کہ استعفیٰ دیتے خود احتساب کے لئے ' جو خود کو احتساب کے لئے پیش نہیں کر سکتے وہ دوسرے کا کیا احتساب کریں گے ۔ داغ تو سب پر لگتے ہیں ۔ وہ جھوٹے ہوں یا سچے مگر اس بدنامی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ لوگ جن پر یہ داغ لگ جائے وہ خود کو احتساب کیلئے پیش کریں اور خود کو ان الزامات سے مبرا کریں ۔ اسی طریقے سے اس ملک کا وقار بھی بلند ہو گا اور ان اشخاص کا وقار بھی بلند ہو گا جن کو اس بدنامی کے داغ لگ گئے ہیں ۔

جناب عالی ! اس متن میں یہاں پارلیمنٹ کی بالادستی کے متعلق صدر صاحب نے پڑھا ہے ۔ میں نہیں کہتا کہ انھوں نے خطاب کیا ہے کیونکہ اس طرح خطبہ پڑھا جاتا ہے ۔ جس طرح

آئین کی بالادستی کی بات کی ہے یہ بہت بڑا تضاد ہے ۔ جو بات کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔ پچھلے اجلاس میں سینٹ میں ہم نے دیکھا کہ ایک وزیر صاحب جو اب وزیر نہیں ہیں خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے وہ اب وزیر نہیں ہیں ' وہ پورے سیشن میں اس بات کو ٹالتے رہے کہ وہ صرف اتنا اعتراف کر لیں کہ ہم چیئرمین کی رولنگ کو تسلیم کرلیں گے ۔ اگر چیئرمین کی رولنگ تسلیم نہیں کی جاتی تو پارلیمنٹ کی بالادستی کہاں سے آئی ۔ اگر سپیکر کی رولنگ کو تسلیم نہیں کیا جاتا تو پارلیمنٹ کی بالادستی کہاں سے آئے گی؛ پارلیمنٹ تو actually عوام کی نمائندہ ہے ۔ وہ اختیار صرف عوام کا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عوام کو یہ اختیار دیا گیا ہے اور عوام نے پارلیمنٹ کو اپنا اختیار دیا ہے اس لئے یہ بالادست ہے ۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ افسوسناک بات رہی کہ پورے گزشتہ اجلاس میں ہماری اس بات پر واک آؤٹ ہوتے رہے اور پارلیمنٹ کی کارروائی تعطل کا شکار رہی جس کے لئے مجھے بہت افسوس ہے ۔ کم از کم حکومت کو اپنے آئین' دستور اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب آئین اور قانون کی بات ہوتی ہے تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ۱۹۷۳ کا آئین تو متفقہ طور پر بنایا گیا تھا جس کو سب پارٹیوں نے تسلیم کیا تھا اس میں حکمرانوں نے اپنی مرضی کی اتنی ترامیم کیں' خود سویلین حکومتوں نے ' مارشلائی حکومتوں نے اتنی ترامیم کیں کہ اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اب ۱۹۷۳ کا آئین ' آئین ہی نہیں رہا ہے ۔ یہ سب باتیں سوچنے کی ہوتی ہیں کہ آئین عوام کیلئے بنتا ہے۔ آئین کا مطلب بھی آئینہ ہے جس میں قوم اپنا منہ دیکھے کہ وہ کیا چیز ہے۔ جناب عالی۔ اس دستور میں جو ترامیم ہوئی ہیں' اقتدار میں جو بھی آیا' میں کسی خاص کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہوں' انہوں نے اپنے اقتدار کو طوالت بخشنے کے لئے آئین میں بیجا ترامیم کی ہیں اور یہاں تک کہ صوبوں کے محکموں میں بھی انہوں نے مداخلت کی اور صوبائی خود مختاری بھی اس سے متاثر ہوئی حالانکہ بہت فخر سے کہا جاتا ہے کہ ہم صوبائی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔

جناب عالی میں نے یہاں سکینڈلز کا ذکر کیا ہے ۔ جیسے میں نے کہا کہ سکینڈل اخبارات میں اس قدر آتے رہے ہیں کہ اب کسی پر یہ اعتماد ہی نہیں رہا ۔ پچھلے وقتوں میں مشاہیر کہتے تھے کہ بادشاہ اپنی رعایا کا آدھا انڈا' نیم بیضہ اپنے لئے روا رکھتا ہے تو اس کے عسکریان' سپاہی عوام کے مرغوں اور دنبوں کو سیخوں پر چڑھا کر ہڑپ کر جاتے ہیں ۔ یہ تو ایک common قاعدہ اور کلیہ ہے کہ اگر حکمران corrupt ہے اور عوام کا مال خود پر حلال سمجھے تو پھر کیا چیز جائز رہ

جاتی ہے' اس کے کارکنان کیا کریں گے؟ وہ تو اتنا کچھ کھائیں گے کہ پوری قوم کا دیوالیہ نکال دیں گے ۔ مگر بدقسمتی سے یہاں حال یہ ہے کہ بہت وقت گزرا کہ کراچی سے ایک رسالہ نکلتا تھا مجید لاہوری کا "نمکدان" اس میں ایک لطیفہ لکھا تھا کہ میں کون سے محکمے میں بھرتی ہو جاؤں کہ کرپشن کروں اور پکڑا نہ جاؤں۔ ملک قاسم سے معذرت کے ساتھ' انہوں نے کہا کہ انٹی کرپشن میں بھرتی ہو جاؤ۔ یہ جناب والا! ہمارے ملک کے مسائل' یہ انتظامیہ' یہ عدلیہ' یہ ہمارے مسائل بنتے جا رہے ہیں۔ اور اگر حکومتیں انتظامیہ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کریں گی تو انتظامیہ پر کونسا اعتماد رہ جائے گا۔ یہ اسی طرح عوام کا ٹارگٹ بنے گا وہ سمجھیں گے اس کو کہ اپنا ذاتی معاملہ ہے کہ اس نے اپنی ذات کی ترقی کے لئے' اپنی ذاتی منفعت کے لئے' اپنے ذاتی حیثیت کے لئے حکومت کی بات مانی ہے اور مجھے victimize کیا ہے تو اس کے نتیجے میں انتظامیہ کے ساتھ عوام کی نفرت بڑھتی ہے اور اگر عدلیہ میں بھی یہی عمل جاری رہا تو عدلیہ سے بھی عوام کی نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اور یہ نفرت پیدا ہونا ملک کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ایک وقت آجائے گا لوگ عدلیہ کو نہیں مانیں گے ایک وقت آجائے گا لوگ انتظامیہ کو نہیں مانیں گے' ایک افراتفری ہوگی بلکہ میں اس کو سول جنگ کا پیش خیمہ سمجھتا ہوں۔ حکومت سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ انتظامی معاملات میں اورعدلیہ کے معاملات میں قطعاً دخل نہ دے۔ ان کو اپنے انصاف کے فیصلے کرنے دیں۔ ان کو اپنے فرائض منصبی پر عمل کرنے دیں' ان کو اپنے اقتدار کے لئے نہ استعمال کریں' ان کو انتقام کے لئے استعمال نہ کریں۔

جناب والا! جب بھی میں اخبار پڑھتا ہوں مجھے یہ تین فقرے بڑے زور سے لکھے ہوتے ہیں حکومت نے تہیہ کر رکھا ہے' حکومت اس پر یقین رکھتی ہے' حکومت اس پر یقین نہیں رکھتی' یہ بار بار' بار بار' یقین رکھتی ہے یقین نہیں رکھتی' تہیہ کر رکھا ہے' تہیہ کرنے کے علاوہ بھی کچھ کر رکھا ہے کہ صرف تہیہ ہی کر رکھا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں جناب فارسی والے کہتے ہیں کہ بار اول (فارسی) پہلی بار جب میں نے کہا مان لیا ہےمیں نے اعتماد کیا(فارسی) جب تم نے دوسری بار بات کی تو میں سچ سمجھ گیا۔ (فارسی) اور جب تم نے تیسری بار کہا اورقسم کھائی تو میں چونک گیا۔ اور کہا کہ سچی بات ایک دفعہ کافی ہے۔ سچ عقل ہے ایک دفعہ ہو اسی پر عمل پیرا ہوں اگر اخبار میں یہ خبریں مشتہری کے لئے آتی ہیں تو اس سے عوام کمزور ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عملاً کچھ نہیں ہوتا۔ عملاً عوام چاہتے ہیں کہ کچھ ہو جائے۔ عملاً کچھ ہونا چاہیئے۔ جناب عالی مالاکنڈ اور

باجوڑ میں سیدھے سادے پٹھان لوگ ہیں۔ سیدھے سادے پختون لوگوں نے جب پاکستان بنایا تھا اس وقت ان کے کانوں میں یہ آواز گونجی تھی پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ اور ہماری قراداد مقاصد کیا ہے۔ وہ بھی یہی ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اس کا کیا مطلب ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے اور وہ بیچارے کہتے ہیں کہ پانا قوانین جب نہیں ہیں تو شریعت نافذ کرو وہ قرآن وسنت سے کونسی بات کم چاہتے ہیں کونسی بات زیادہ چاہتے ہیں کہ ان پر گولیاں برسائی جائیں کیوں ان کے گھر مسمار کئے جائیں۔ البتہ اگر غلط فہمی ہے حکومت کی یا ان لوگوں کی جو اس خلا کو پر کرنا چاہتے ہیں اسلام و شریعت کے لحاظ سے ان کو سمجھانا چاہیئے، خود ان کی بات سمجھنی چاہیئے مگر یہ قتل و غارت اور گھر مسمار کرنا اور پھر تعجب یہ ہے کہ جو لوگ افغانستان میں اسلام کے لئے لڑے وہ مجاہد تھے اور جو یہاں اسلام کے لئے شریعت کے لئے یہاں مطالبہ کرتے ہیں اب یہ دہشت گرد ہوگئے۔ کتنا تضاد ہے۔ یہ ڈبل سٹینڈرڈ کی بات ہے۔ کہ جب ان کے مقصد کی بات ہوتی ہے تو وہ مجاہد ہوتے ہیں جب ان کے مقصد کی بات نہیں ہوتی تو پھر وہ شرپسند اور دہشت گرد بن جاتے ہیں۔

جناب عالی! ایسے کچھ اور امور بھی ہیں جن کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہاں سرمایہ کاری کا بہت چرچا ہو رہا ہے ۔ جب ملک میں صنعتوں کو قومی ملکیت میں لیا جاتا ہے تو بھی تالیا ں بجاتے ہیں کہ ہم اچھا کرتے ہیں اور جب ملک میں نجکاری کا عمل شروع کیا جاتا ہے تب بھی تالیاں بجاتے ہیں کہ privatise کیا ہے ۔ عوام کو بھی سمجھ نہیں آ رہی کہ nationalisation بہتر بات تھی یا privatisation بہتر بات ہے لیکن عام بات یہ ہے کہ نجکاری میں اب چہیتوں کو favour کیا جا رہا ہے ۔ ان کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں ۔ جب سرمایہ کاری کے متعلق پہلی خبر آئی تھی کہ چارملین ڈالر کا معاہدہ امریکہ سے ہوا ہے اسی روز ماہر اقتصادیات ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان تھا کہ اس میں 14 million dollars کا گھپلا ہے۔ ہمیں سرمایہ کاری سے کوئی عناد نہیں ہے لیکن بجلی کا شعبہ ایسا ہے کہ آپ امریکیوں کو اجارہ داری دے رہے ہیں ۔ اگر اس کی اجارہ داری نہیں ہے تو اس کے مقابلے میں کون بجلی پیدا کرے گا اگر بجلی کے شعبے میں امریکی سرمایہ کاری کر رہے ہیں تو کیا ان کے مقابلے میں کسی اور فرم کو آپ اجازت دے رہے ہیں کہ competitive rates پر وہ بجلی پیدا کرے۔ آپ نے ان کو اجارہ داری دے دی ہے ۔ کون بےوقوف ہوگا جو اس میدان میں سرمایہ کاری نہ کرے ۔ ہمارا اس سلسلے میں سب

سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ کیا آپ نے ملک کے سارے وسائل استعمال کیے آپ امریکنوں کو لانے میں کیوں مجبور ہوئے ۔ کیا اس وقت بھی پاکستانی انجینئروں نے تربیلا میں جنریٹر نہیں بنائے۔ کیا انہوں نے اضافی بجلی پیدا نہیں کی کیا یہ تکنیکی مہارت ہمارے پاکستان میں نہیں ہے ۔ کیا پانی نہیں ہے یا برفباری نہیں ہے۔ کیا دریا نہیں ہیں کیا high altitude نہیں ۔ کیا آبشار نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک صوبے کو hydel power generation سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بدلے آپ امریکہ کو اجارہ داری دے رہے ہیں جو آپ عوام کی کھال سے نکالیں گے ۔ اس وقت بھی جو بجلی کا ریٹ ہے اس میں بھی مجبور ہیں ' بل ادا نہیں کر سکتے ۔ ہماری بجلی کٹ جاتی ہے ۔ جب وہ بجلی آئے گی تو اس کا بل کیسے ادا کریں گے۔ عرض یہ ہے کہ سب سے سستی بجلی تو hydel power ہے ۔ سستی ترین بجلی تو عوام کو نہیں دیتے مہنگی ترین دیتے ہیں اور وہ بھی غیر ملکی فرموں سے اور میرے حساب سے یہ غیرملکی فرمیں اپنی قوموں کی وفادار ہوتی ہیں وہ ہماری وفادار نہیں ہوتیں ۔ وہ اپنے قومی مفاد کو دیکھتے ہیں ہمارے قومی مفاد کو نہیں دیکھتے ۔ میرے نزدیک یہ pirates ہیں ۔ انگریز تجارت ہی کے بہانے سے انڈیا آیا اور اس نے دو سو سال انڈیا کو غلام رکھا ۔ اور اس نے اس قدر جبر و استبداد سے حکومت کی جہاں جہاں بھی اس نے حکومت کی کہ وہاں کے اصلی باشندے رہے ہی نہیں۔ آپ دیکھیں ان کے وہاں جانے سے امریکہ میں کون سے اصلی باشندے رہ گئے ہیں کینیڈا اور آسٹریلیا میں کون سے رہ گئے ہیں ۔ South Africa میں کون سے لوگ رہ گئے ہیں۔ South Africa میں تو نیلسن مینڈیلا جیسے لوگ آئے جو جیل میں ۲۹ سال قید کاٹ کر باہر نکلے ہیں اور صدر بنے ہیں ۔ یہ انگریز جہاں بھی گئے ہیں ان قوموں کا ستیا ناس کیا ہے ان کی دولت کو لوٹا ہے ۔ ان کی لائبریریوں کو لوٹا ہے ۔ خود ہمارے پاس وہ اثاثے نہیں رہے جو ان کی London Library میں ہیں۔ یہاں تک کہ مصر سے اور افریقہ سے ان کے مردوں کی لاشیں بھی لے گئے ہیں اور اپنے عجائب گھر بنا لئے ہیں ۔ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں جب ان کے بنیادی حق کی بات آتی ہے۔ آپ دیکھیں کتنا بڑا ملک ہے امریکہ لیکن انہوں نے چھوٹی قوموں کے ساتھ کیا کیا اس نے نکاراگوا کے ساتھ کیا کیا اس نے پاناما کے ساتھ کیا کیا انہوں نے کیوبا کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے لیبیا کے ساتھ کیا کیا انہوں نےعراق کے ساتھ کیاسلوک کیا اور آخر میں ہیٹی کی ساتھ کیا سلوک کیا ان کے رویے کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہلوگ' یہ actually وہ لوگ ہیں جن کو

برطانیہ outcast کیا ہوا تھا بداخلاقی کی وجہ سے، اپنے برے کردار کی وجہ سے اور اب وہ بن گئے وہاں، آباد ہو گئے اور یہ جو فلموں میں ریڈ انڈینز کی شکلیں بناتے ہیں وہ بھی امریکن ہیں وہ ریڈ انڈینز نہیں ہیں پر خود کو ریڈ انڈینز بتلاتے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے اپنی خود مختاری کو، sovereignty کو داؤ پر مت لگائیے ان قوموں کو اپنے سے دور رکھئے خود کو آزاد رکھیئے۔تھوڑا احساس بھی ٹھیک ہے لیکن غلامی بہت بدتر چیز ہے، غلامی کی طرف ہماری قوم کو نہیں جانا چاہئے اور حکمرانوں کو یہ سبق ملنا چاہئے بلکہ سیکھنا چاہئے کہ غیر قوم ہم پر کبھی ترس اور رحم نہیں کھائے گی۔

جناب صدر صاحب نے جہاں یہ بھی بات کی ہے وہاں ایک ذکر انہوں نے افغانستان کا بھی کیا ہے کہ ہم نے افغانستان کی بڑی مدد کی ہے۔ افغانستان کے مدد کا آخری انجام جناب چیئرمین صاحب! جو ہوا ۲۲ ہزار دیہات میں سے ۲۲ ہزار دیہات ملیامیٹ ہو گئے۔ یہ مہربانی کی۔ میں جانتا ہوں۔ ایسے سنگم پر میرا گھر ہے کہ جہاں تین ایجنسیاں ملتی ہیں۔ اورکزئی کی، وزیرستان کی اور کرم ایجنسی۔ تین ایجنسیاں ملتی ہیں آپ یقین مانئے کہ دو سال سے وہ scrap ختم نہیں ہو رہا ہے بموں کا، shells کا، گولیوں کا، میزائلز کا سکریپ ختم نہیں ہو رہا ہے۔یہ تو صرف ایک route ہے وہ باقی روٹ خیبر والا اور چمن والا وہ بھی routes ہیں۔ ۱۴ سال سے یہ عمل جاری ہوا ان بیچاروں کو سزا دی گئی۔ کس چیز کی سزا؟ امریکہ تو کئی ملکوں میں حکومتیں چلاتا رہا۔ کئی ملکوں میں بغاوتیں کراتا رہا۔ خود پسند حکمرانوں کو بٹھاتا رہا اور روس سے یہی غلطی ہو گئی کہ جب امریکہ بذیر آیا، انہوں نے یہاں اڈہ قائم کیا against Russia تو اس بیچارے کو بھی آنا تھا وہ کابل آ جاتا۔ وہ ضرور آتا جب اتنا قریب آیا۔ امریکہ expansion نہیں چاہتا تھا روس کا کہ وہ گلف سے اتنا قریب ہو اس لئے کہ اس کے اپنے مفادات گلف میں تھے۔اب مار رہا ہے ہاتھ ہر جگہ۔ عراق کا کیا کیا بحرین میں کیا کرتا ہے کویت میں کیا کر رہاہے۔ خود سعودی عرب میں کیا کر رہا ہے اور اب گوادر کی باری ہے اور لوگ تو چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ کراچی کی باری ہے۔ جناب عالی! امریکہ نے Russia کو باز رکھنے کے لئے، حالانکہ وہ مسلمان لوگ تھے حنفی لوگ ہیں، سچے مسلمان ہیں جیسے اقبال نے کہا۔

افغان باقی کہسار باقی۔ الملک للہ الحکم للہ

وہ تو اسلام کے پہلے ہی سے شیدائی تھے اب کی بات نہیں ہے بلکہ ان سے تو اسلام اس Sub-Continent کے لوگوں نے سیکھا ہے۔ all of a sudden جب خطرہ دگرگوں ہوا اپنے ہی

ملک میں کافروں سے لڑایا ۔ خلقی کو مارا ۔ پرچمی کو مارا' nationalist کو مارا' اس کے بعد اس کو مارا جس کی بیوی اس نے لے لی تھی اس کے بعد اس کو مارا جس کے کاندھے پر بندوق تھی اور یہاں تک کہ یہ so called مجاہدین ۔ یہ پناہ گیر لوگ ۔ پناہ گزین کو پناہ گزین بنایا گیا۔ یہ پارٹی ان کے گاؤں میں جاتی ان کو کہتے ہیں نکلو ۔ Russia آ گیا ہے نکلو اگر نہیں نکلتے تو ہم تم کو target بناتے ہیں۔ وہ بیچارے اس خوف سے اور کتنا readily کتنا آسانی سے پاکستان نے چھوڑا ان کو کہ تیس لاکھ لوگ آئیں ۔ مجھے یاد ہے جب ایک افغان بھی آتا تھا تو ایک عام شخص اس پر ترپال بچھا لیتا تھا کہ کوئی پولیس والا دیکھے نہیں یہ اس سے بیشتر کی بات ہے ۔ مجھے یہ بھیمعلوم ہے کہ ایک پاؤ بھی غلہ ان کو دینے کے لئے پرمٹ چاہئے تھا۔ جب غلام فاروق ہمارے منسٹر تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے ۔ اس کو ایک پاؤ غلہ نہیں ملتا تھا اور پھر ٹنوں ٹنوں گھی ۔ آٹا' کنستر ۔ تیل وغیرہ یہ سب فیاضی کہاں سے آئی ہے۔ امریکہ کو جہاد سے کیا مطلب' سوئیزر لینڈ کو جہاد سے کیا مطلب ۔ جرمنی کو جہاد سے کیا مطلب ۔ کہ جہاد کیا ہے ۔ کیا وہ ہمارے جہاد کے لئے معاونت کر رہے ہیں ۔ حقیقتاً یہ دو قوموں انگریزوں اور امریکہ نے اپنے دو سفیروں کا افغانستان سے بدلہ لیا ہے ۔ انگریز قوم کا سفارت کار کابل میں قتل کیا گیا تھا۔ یہ اس کی سزا اس انگریز قوم نے دی اور مسٹر ڈب امریکن سفیر تھا ۔ اس کو کابل ہوٹل میں قتل کیا گیا تھا۔ یہ اس کی سزا افغان قوم کو دی گئی ہے ۔ آج کل ان کا حال بد کسی نے دیکھنا ہو تو ذرا پشاور موڑ پر جائیں ۔ دیکھ لیں کہ وہ افغان جو اصیل لوگ تھے ۔ جو اسلام کے شیدائی تھے ۔ وہ سوکھی روٹی کے لیے لائن میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ دو سو چار سو تو ہر شام ہوتے ہیں اور کوئی مخیر حضرت جاتا ہے تو ان کو روٹی بانٹ دیتا ہے ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ صدر صاحب نے مدد کی ہے بڑے فخریہ انداز میں کہتے ہیں ۔ افغانستان میں کچھ نہیں رہا ۔ اب بھی افغانستان کے نام پر لوگ مال بنا رہے ہیں ۔ یہ جو صوبائی حکومت سے فیڈرل گورنمنٹ نے پرمٹ کا اختیار لے لیا ہے ۔ میں جانتا ہوں نام نہیں لینا چاہتا ۔ اور ایسے لوگوں کو پرمٹ دیئے ہیں جو کروڑوں روپے بنا گئے ہیں اور ان کا کروڑوں روپیہ شورشوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

جناب عالی! حقائق بہت تلخ ہوتے ہیں ۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ۔ اور observer کرتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے ۔ اور اس پر فخر کرنا ایک قوم کو ملیامیٹ کرنا ۔ تو کیا فرق ہوا آپ بھی وہ کہتے ہیں اور ضیاء الحق بھی کابل میں میں نماز پڑھنے کی خواہش

رکھتا تھا۔ آپ نے بھی وہی کیا جو ضیاء الحق کرنا چاہتا تھا۔ نواز شریف نے بھی وہی کیا۔ پالیسی میں کیا فرق ہے۔ ایک ہی پالیسی ہے امریکہ کی خوشنودی ' برطانیہ کی خوشنودی ' اور کیا پالیسی ہے ۔ سوشیا کا تو یہ حال ہے وہ تو شروع ہی سے جب پاکستان کا رجحان امریکہ کی طرف تھا تو رشیا ہمارے خلاف رہا ہے ۔ اب بھی کل میں نے وزیر خارجہ سے کہا ہے کہ وہ چیچنا پر بیان دے دے۔ اس لیے کہ رشیا نے افغانستان اور پاکستان کو اس میں ملوث کیا ہے کہ ان کے mercenaries ہیں اس کے paid سپاہی ہیں جو یہاں لڑ رہے ہیں ۔ اس کےعلاوہ جناب عالی اس امر کی طرف میں ---

. جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ نے ۵ منٹ زیادہ لے لئے ہیں۔

جناب محمد ابراہیم خان۔ ایک منٹ: میں کم بولتاہوں صاحب آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں سینٹ میں کم ہی بولتاہوں۔ یہ ڈبیٹ کی وجہ سے اب مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ یہ کہتا ہوں کہ جب ہم اوروں کے لیے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر حقوق چاہتے ہیں ۔ بنیادی حق ایک man ایک vote ۔ تو پچاس سال سے ہم نے اپنے بھائیوں کو کیوں ووٹ سے محروم کیا؛ ہے۔ یہ ان پر ابھی تک ایف سی آر کیوں لاگو ہوا ہے جو اب بھی اپنے بنیادی حق کو کورٹ میں چیلنج نہیں کر سکتا ۔ ایک سپاہی اس کوحوالات میں بند کرتا ہے اور ڈی آئی خان بھیج دیتا ہے ۔ یہ کیا انسانی حقوق ہیں ۔ ان کا گناہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے خود کو پاکستان سے وابستہ کیا ہے ۔ان کو . بنیادی حق دے دیں۔ دے دیں ان کو وہ جمہوری حق۔ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر دے دیں۔ کیوں نہیں دیتے ۔ زمانے سے ایک مخلوق کو ایک کمیونٹی کو اتنا پیچھے رکھنا کیا یہ جرم نہیں ہے ۔ کیا یہ جرم نہیں ہے کہ ہم نے اپنی ہی مخلوق کو صدیوں سے دیدہ و دانستہ محروم رکھا ہوا ہے ۔ کیا ان کے نمائندے صرف اس لیے ہیں کہ ان کا ہاتھ مڑور کر ان کا حق لیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت یہ حکومت قبائل کے ووٹ سے چل رہی ہے اور قبائل کی مہربانی اگر ان پر نہ ہوتی تو یہ حکومت بھی نہیں بنا سکتے اور قبائل نہ تو میں ایک فرد ہوں نہ کوئی ملک ایک فرد ہے ۔ قبائل تو قبائل ہیں ۔ ہر کوئی کسی قبیلے سے ہے میں بھی ایک خٹک قبیلے سے ہوں وہ میرا قبیلہ ہے ۔ پختونوں میں تو قبیلے ہیں ۔ کوئی یوسف زئی ہے کوئی بنگش ہے کوئی خٹک ہے ۔ یہ تو قبیلے ہیں تو ان بیچاروں کے لئے میں اس حکومت سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ بہت دیر ہوچکی ہے ۔ بہت

تاخیر ہو گئی ہے ۔ ہم نے ان کو جمہوری حق سے محروم کر رکھا ہے۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں۔ کیا ان کو سیاست میں ہاتھ ڈالنے کا حق نہیں ہے کیا ان کو حکومت کے چلانے میں موثر کردار ادا کرنے کا حق نہیں ہے یا وہ اسی لئے بیٹھے رہیں گے کہ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب ان کو پرمٹ دے گا تو دو سو روپے میں بازار میں بیچے گا اور اس کو کھائیں گے ۔ ان کے بچوں کو کیوں تعلیم یافتہ نہیں کیا جاتا اور دنیا کا ریٹ تو 70% تک ہے ۔ اور پھر بار بار کہہ دینا ہم جو ہیں پسماندہ علاقوں کو دیگر ترقی یافتہ علاقوں کے برابر کردیں گے۔ کب برابر کردیں گے ؟ کس لحاظ سے برابر کردیں گے آپ ان کو بنیادی حقوق اور ووٹ کا حق نہیں دے رہے ہیں ۔ برابر کیسے کردیں گے۔

جناب والا ! میں انہی چند باتوں پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں ۔ --ہاں ایک بات آپ کی اجازت سے آخر میں ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملک میں گرانی کا جو حال ہے ۔ غارت گری کا جو حال ہے ' یہ قتل و غارت گری کا جو حال ہے۔ یہ فرقہ وارانہ فسادات کا جو حال ہے ۔ سب کے لئے حکومت ذمہ دار ہے ۔ قانوناً اور اخلاقاً ذمہ دار ہے کہ یہ سب باتیں نہ ہونے پائیں ۔ اور اتنی ساری مصیبتیں قوم پر آئی ہیں ۔ کہ فسادات ' تفرقہ ' یہ مہنگائی اتنی آئی ہیں کہ بقول غالب ---

ہو چکی غالب بلائیں سب تمام --- ایک مرگ ناگہانی اور ہے

اب وہ مرگ ناگہانی قوم پر پڑی ہوئی ہے کہ کبھی ان پر بم پھینکے جاتے ہیں۔ عبادت خانوں میں کبھی گولیاں چلتی ہیں۔تو میں پر زور اپیل کرتا ہوں کہ تدارک کیا جائے شکریہ!

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔بڑی مہربانی جام کرار صاحب --- اچھا کل وہ بولیں گے--- اب سید اقبال حیدر صاحب کو فلور دیا جاتا ہے ۔ شیخ رفیق احمد صاحب کا وقت بھی یہ لیں گے وہ نہیں بولیں گے ۔ تو اقبال حیدر صاحب ۔

سید اقبال حیدر ۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ مجھے بولنے کا موقع دیا ۔ 14نومبر 94. جناب چیئرمین ہر لحاظ سے ہمارے ملک کا ایک تاریخی دن تھا ۔ مثبت تاریخ اس لئے کہ 1977 کے بعد تقریباً 17 سال کا عرصے گزرنے کے بعد پہلی دفعہ ایک ایسا صدر مملکت پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب فرمارہے تھے جن کے ہاتھ کسی بھی اسمبلی کے قتل میں

ملوث نہیں تھے ۔ ایک ایسا صدر مملکت 14نومبر کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب فرمارہے تھے جو کہ ایک جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان کے صدر مملکت بنے تھے ۔ نہ محلاتی سازشوں کے ذریعے سے نہ کسی عسکری قوت کے ذریعے سے وہ صدر مملکت بنے تھے ۔ تو ہمارے لئے یہ بڑے فخر کا مقام تھا کہ پاکستان کی تاریخ میں 17 سال بعد ایک ایسا صدر مملکت پارلیمنٹ سے خطاب کررہا تھا جس نے کہ حزب اختلاف کے خلاف ایک بھی ریفرنس نہیں بنایا تھا ۔ جو ایک جمہوری عمل کے ذریعے سے صدر مملکت بنا تھا اور جمہوری اداروں کے تحفظ کے لئے اس کی بے مثال قربانیاں اور جدوجہد رہی تھی ۔جناب چیئرمین یہی وجہ تھی کہ ہمیں ان کے خطاب کی اہمیت زیادہ محسوس ہوئی کہ بڑے عرصے بعد وہ صدر آرہے ہیں جو کسی بھی اسمبلی کو توڑنے میں ملوث نہیں تھے بلکہ اسمبلیوں کو بچانے کی جدوجہد میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتے رہے تھے۔ 14 نومبر 1994 کا دن اس لئے بھی تاریخی اہمیت کا ہے کہ باوجود ان ناقابل تردید حقائق کے کہ صدر مملکت کسی بھی غیر جمہوری یا قابل اعتراض یا کسی کرپٹ پریکٹس میں میں بھی ملوث نہیں تھے۔ ان کے خطاب میں رخنہ ڈالا گیا۔ میرے دوست اور ساتھی کہتے ہیں کہ ہم نے "گوباباگو" کا نعرہ کیوں لگایا تھا۔ میں ان سے مودبانہ اختلاف کرتے ہوئے صرف یہ کہوں گا کہ" گوباباگو" کی وجہ تھی اور وہ وجہ تھی کہ وہ صدر مملکت تھا جس نے جھوٹے مقدمے بنائے تھے ، جعلی انتخابات کرائے تھے اور اسمبلیوں کا قتل کیا تھا' اس لئے ہم اس کے خلاف" گوباباگو" کر رہے تھے۔ اگر آپ جمہوریت پسند ہیں تو ایسے تمام صدور کی مذمت کرنا ہم سب کا مشترکہ فرض ہے ۔ اس لئے ہم نے" گوباباگو" کہا' پھر بھی ہم نے "گوباباگو" کے نعرے سے زیادہ نہیں کیا ۔ہم نے صدر مملکت کے اوپر دوران تقریر حملہ نہیں کیا تھا۔ وہاں پر کسی بھی ہمارے رکن نے اپنی سیٹ کو چھوڑ کر بھنگڑا نہیں ڈالا تھا' کوئی بینر نہیں نکالا تھا' کسی طرح سے صدر پر حملہ آور نہیں ہوئے تھے ۔ صدر ملکت کی تقریر مکمل ہوئی ۔ میں تو خراج تحسین پیش کرتا ہوں موجودہ صدر مملکت سردار فاروق احمد لغاری کو کہ باوجود اسبدترین ہنگامہ آرائی کے صدر مملکت نے اپنا خطاب بہت صبر' استقلال' تدبر کے ساتھ مکمل کیا۔ کسی لمحے بھی نہ ان کے الفاظ لرزے نہ وہ خود لرزے اور قابل تحسین ہیں صدر مملکت کے جو اس ہنگامہ آرائی میں بھی اپنے آئینی فریضے کی ادائیگی میں ذرا برابر پیچھے نہیں ہٹے اور ڈٹ کر مقابلہ کیا کیونکہ جمہوری عمل سے گزر کر آئے ہیں ۔ مخالفت میں مقابلہ صبر و تحمل سے کرنے کی

عادت ہے ہمیں، اور خوب اچھی طرح سے اپنے حق پر باتیں کیں۔ اور تمام حقائق کو پیش کیا۔ پوری کارکردگی کو پیش کیا، اور بجا طور پر انہوں نے زور دیا کہ جمہوری عمل کو چلانے میں، جمہوری اداروں کو مستحکم کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم محاذ آرائی کی سیاست کو چھوڑ کر اور الزام تراشیوں کی سیاست کو چھوڑ کر حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ایک عملی طور پر کام کرنے کی کارکردگی کے لئے ایک معاہدہ ہونا چاہئیے اور اس کی ضرورت پر انہوں نے بجا طور پر زور دیا۔ اور جناب چیئرمین، اس میں کوئی دورائے ہو بھی نہیں سکتی۔ جمہوری اداروں کو خوش اسلوبی اور مؤثر انداز سے چلانے کے لئے یہ اٹل ہے، ناگزیر ہے کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں بنیادی اصولوں پر اتفاق رائے ہونا چاہئیے۔ اور وہ بنیادی اصول ساری دنیا میں تسلیم شدہ ہیں۔

جناب چیئرمین کوئی دورائے نہیں ہوسکتی پاکستان کی سیکورٹی سے متعلق، پاکستان کی فارن پالیسی سے متعلق حزب اقتدار اور حزب اختلاف میں اتفاق رائے رکھنا انتہائی ضروری ہے پاکستان کی خارجہ پالیسی کی کامیابی کے لئے اور پاکستان کے تحفظ اور اس کے استحکام کے لئے۔ اور اس کے اوپر باربار محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ حزب اختلاف کو پیشکش کرتی رہی ہیں پہلے دن سے۔ 19 اکتوبر سے لے کر آج تک ہر مرحلے پر محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ نے پیشکش کی ہے حزب اختلاف کو کہ آئیے مل کر پاکستان کی سیکورٹی، پاکستان کی فارن پالیسی، پاکستان کی نیوکلئر پالیسی اورکشمیر ایشو پر جو کہ پاکستان کے قیام کا unfinished ایجنڈا ہے۔ اس کے اوپر ہم میں اتفاق رائے ہو۔ ساری دنیا میں چیئرمین صاحب یہی ہے۔ تمام دنیا میں مختلف جماعتیں بدلتی ہیں لیکن زیادہ تر ان کے قومی مفادات کے متعلق جو پالیسیاں ہیں وہ نہیں تبدیل کی جاتیں۔ چاہے یورپ کا کوئی ملک چاہے ایشیا کا کوئی ملک ہو۔ قومی مفادات افضل ترین ہیں اور وہ سیاسی مفادات سے بالا تر ہیں اور قومی مفادات کو زک پہنچانا یا قومی مفادات کو کسی صورت سے نظرانداز کرنا سیاسی مفادات کے لئے بالکل ناقابل برداشت اور ناقابل قبول عمل ہے اور پوری دنیا میں جناب چیئرمین اس کے اوپر اتفاق رائے ہے۔ تمام دنیا میں حکومتیں آتی ہیں حکومتیں جاتی ہیں، ایک پارٹی آتی ہے دوسری پارٹی آتی ہے لیکن security of the country ہو یا فارن پالیسی ہو، national interest ہو اس کے اوپر کوئی پارٹی سمجھوتہ نہیں کرتی۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آئیے ہم اپنے قومی مفادات کے اوپر آپس میں بیٹھ کر ایک مشترکہ حکمت عملی اپنائیں۔ آپ کی تجاویز کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنائیں، جس سے کہ پاکستان کے استحکام کو، کشمیریوں کی جنگ آزادی کو

اور پاکستان کے مفادات کو ہم یقینی بنائیں۔ یہ ہمارا حکومت کی جناب سے مسلسل حزب اختلاف کو دیانتداری سے offer رہا ہے۔

جناب چیئرمین! دوسرا نکتہ جو بہت اہمیت کا حامل ہے۔ میرے تمام بزرگ، میرے تمام ساتھی اس کے اوپر ہم خیال ہیں کہ وہ آئین میں کی گئی یکطرفہ ترامیم جو کہ ایک فرد واحد نے ۲۴ صدارتی آرڈرز نافذ کرکے ۱۹۷۷ء سے لے کر ۸۶-۱۹۸۵ء تک کی گئی تھیں۔ ان تمام ترامیم کا ازسرنو جائزہ لینا اور آٹھویں ترمیم کی لعنت سے اس ملک کو نجات دلانا ہم سب کا مشترکہ معاملہ ہے۔ جناب چیئرمین! ہم نے اس کے سلسلے میں نیشنل اسمبلی میں ایک ریزولیوشن بھی پاس کی تھی۔ میں آپ کو بلا خوف تردید یقین دلاتا ہوں کہ ہم آٹھویں ترمیم اور آئین میں کی گئی دیگر ترامیم پر بھی حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھ کر آئین کا جو چہرہ مارشل لاء میں مسخ کیا گیا تھا اس کے جمہوری، پارلیمانی روح اور وقار کو بحال کرنے کے لئے ہم حزب اختلاف کے ساتھ پوری دیانتداری اور خلوص دل کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار ہیں اور اس سلسلے میں نیشنل اسمبلی نے ایک ریزولیوشن بھی پاس کی تھی۔ لیکن اس کے لئے کمیٹی کو تشکیل دینے میں کوتاہی برتی گئی کیونکہ اس میں نام نہیں دیئے گئے۔ میں آج بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ بھول جائیں کہ آپ کے میرے کیا کیا اختلافات ہیں لیکن ان امور کے اوپر ہم میں آپس میں افہام وتفہیم ہونا چاہیئے۔ ہم جب حزب اختلاف میں تھے، ہم اس وقت بھی کہتے تھے کہ آٹھویں ترمیم کی لعنت سے ملک کو نجات دلاؤ، ہم آج اقتدار میں ہیں، ہم آج بھی کہتے ہیں کہ آٹھویں ترمیم کی لعنت سے نجات دلائیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہمیں دو تہائی اکثریت کی حمایت لازمی ہے۔ ہم اس آئین کی روح اور اس کے جمہوری تشخص کو اور اس کے پارلیمانی نظام حکومت کو دوام دینے اور یکطرفہ کی گئی آمرانہ ترامیم کو ختم کرنے کے لئے جب ہم اصولی طور پر اتفاق کرتے ہیں تو کوئی امر مانع نہیں کہ ہم اپنے اتفاق کو عملی جامہ پہنانے میں ہچکچاہٹ پیش کر رہے ہیں۔ یہ دوسری بات تھی۔

تیسری گزارش جس پر کہ اس ملک میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں افہام وتفہیم اور اتفاق رائے ناگزیر ہے وہ ہے جناب چیئرمین! ہم نے بھی اپنے عوام سے وعدے کئے ہیں، اور حزب اختلاف نے بھی اپنے عوام سے وعدے کئے ہیں۔ manifesto کی بنیاد پر ہی انتخابات لڑے جاتے ہیں اور manifesto میں ہم نے اور حزب اختلاف کی جماعتوں نے جو جو وعدے اپنے عوام سے کئے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ وعدے ایسے ہیں جو کہ ہم دونوں کے مشترکہ ہیں

جو ہمارے اور حزب اختلاف کے منشور کا حصہ ہیں کم از کم ان وعدوں کو پورا کرنے کے لئے تو ہم افہام و تفہیم کریں مشترکہ لائحہ عمل کریں تاکہ ہم اپنے اختلافات کی سزا اپنے عوام کو نہ دیں یہ میری گزارش ہے۔ اب بھی کم از کم ان نکات پر' ان اصولوں پر جو کہ ہم دونوں کے منشور کا حصہ ہیں ان کو عملی جامہ پہنچانے کے لئے خدارا ایک دوسرے سے تعاون کریں اور کیوں نہ کریں کیونکہ ہمارے اپنے اختلافات ہوں گے ہمیں قطعاً زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنے اختلافات کی بنیاد پر' اپنے عوام کو سزا دیں عوام کے مسئلے کو کیوں نظرانداز کریں کیونکہ عوام ہی طاقت کا سرچشمہ ہیں' اور جمہوری عمل کی روح ہیں اور عوام کے مسائل ہی سب سے اہمیت کے حامل ہیں تو اپنے اختلافات کو بھلا کر عوامی فلاح و بہبود کے نکات پر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا ہم پر ناگزیر ہے' لازمی ہے۔

پھر جناب چیئرمین چوتھا نکتہ جس کے اوپر آج اس ملک کےعوام کو اور جمہوری اداروں کو آپس میں افہام و تفہیم کی ضرورت ہے وہ ہے ہمارا پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ کے باہر ضابطہ اخلاق۔ اس کے اوپر بھی کوئی دو رائے نہیں۔ ہم بالکل ایک دوسرے کی ڈٹ کر مخالفت کریں۔ ہم ایک دوسرے کے منشور کو غیر منطقی ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں لیکن ایک حد ہوتی ہے ایک مقام ہوتا ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھیں۔ جمہوری روایات کے بھی تقاضے ہوتے ہیں اور جمہوری عمل کے مفاد میں بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے ایوانوں میں یا ایوان کے باہر کسی قسم کا عوام میں ایسا تاثر پیدا ہو کہ ہم تمام تر اخلاقیات سے مبرا ہیں۔ پھر بھی میں یہی کہوں گا جناب چیئرمین کہ زیادہ تر دیکھا گیا ہے ہمارے ایوانوں میں بہت افہام و تفہیم بھی رہی ہے بہت کچھ خوش اسلوبی سے بحث ہوئی لیکن ایک مخصوص حلقہ ہے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ یہ پاکستان کے عوام کے نمائندے اخلاقیات سے بالکل بے بہرہ ہیں یا وہ اپنے آپس میں بحث و مباحثے کے آداب نہیں جانتے یہ تاثر قابل مذمت ہے' بے بنیاد ہے یہ الزام اور یہ جمہوری اداروں کو بدنام کرنے کی ایک سوچی سمجھی دانستہ سازش ہے۔ ہمیں فخر ہے ہمارے ایوانوں پر' جس طرح سے بھی بحث ہوئی ہے جناب اختلاف ہے اختلاف ہوتے ہیں اور ایوانوں میں گرما گرمی ہوتی ہے' کورٹ میں گرما گرمی ہوتی ہے' جہاں بحث ہوگی جہاں دو مختلف آراء ہوں گی' وہاں پر گرمی سردی ہوتی ہے لازمی امر ہے یہ فطری عمل ہے اس کو یہ کہہ دینا کہ نیشنل اسمبلی میں سخت ترین ہنگامہ آرائی ہو گی اور وہ دست و گریبان ہونے۔ کوئی دست و گریبان نہیں ہوا' کبھی کسی موقع پر کہیں کچھ ہوا

تو آپس میں بیچ بچاؤ بھی ہوا اور آپس میں معذرت بھی کی ہے۔ ہمارے یہاں پر اخلاقیات کے وہ معیار پیدا ہونے ہیں کہ جو بہت زیادہ مہذب دنیا میں بھی نہیں ہیں۔ یہاں پر کامن سینس جیسے لفظ کو حذف کیا گیا ہے کہ اس سے ہمارے ساتھی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ یہ جناب ہمارے ہاں روایات ہیں ہم نے ایسے الفاظ کو اپنی کارروائیوں سے حذف کیا ہے جس سے ہمارے کسی معزز رکن کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے پھر بھی کہتے ہیں اخبارات میں کہ جناب پارلیمنٹ کے ممبران کے مابین اس طرح سے بحث ہوئی' ہنگامہ' ہنگامہ' بھئی آپ کیا توقع کرتے ہیں' دس پندرہ مختلف جماعت مختلف آراء کے لوگ یہاں پر بیٹھ کر جب بحث و مباحثہ کریں گے تو کیا موسیقی بجے گی۔ کیا کوئی اس میں چاشنی آئے گی' اگر اتنی چاشنی اور افہام وتفہیم ہو تو ان کے الگ گروہ یا الگ جماعت بننے کی نفی ہو جاتی ہے' پھر کوئی توجیح ہی نہیں رہتی ۔ اختلاف تو جمہوریت کا حصہ ہیں ۔ ہمیں اپنے ایوانوں کے وقار کو بلند کرنے کے لئے' میں آپ سے بھی دست بستہ اپیل کرتا ہوں اور میں اپنے سپیکر سے بھی' یہ ایک تجویز آئی تھی اور میں اس تجویز پر بھی اپیل کروں گا کہ ہمارے سپیکر نیشنل اسمبلی اور چیئرمین سینیٹ' حزب اختلاف اور حزب اقتدار کو بٹھائیں اور اس پر ضابطہ اخلاق بھی طے کریں اور قومی امور پر اتفاق رائے قائم کرنے میں اپنا آئینی' سیاسی' جمہوری اور تاریخی رول بھی ادا کریں' یہ میری پر زور اپیل ہے ۔ اور اس کے اوپر جو بھی قانون میں سقم باقی ہے' کسی قسم کی کوئی loop hole ہے' lacuna ہے' ان کو بھی ختم کرنے کے لئے ہم آپس میں بیٹھیں' لیکن isolation میں نہیں ہو گا' یہ نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین' میں بلاخوف و تردد یہ آفر دینے کو تیار ہوں کہ آٹھویں ترمیم کے معاملے پر بیٹھیں آپ کہتے ہیں کہ Law of Defection کو lapse ہونے دیا گیا' میں کہتا ہوں کہ معین قریشی صاحب کا جو Law of Defection تھا وہ غیر آئینی تھا' نا قابل عمل تھا اور اس سے وہ مقاصد حاصل ہو نہیں سکتے تھے جس مقصد کے لئے وہ Law of Defection بنا ہے' آئیں بیٹھ کر Law of Defection بناتے ہیں اور آئین کا ازسرنو جائزہ لیتے ہیں' Law of Defection میں جو بھی خرابیاں ہیں انہیں نکالنے کے لئے' لوٹا کریسی کو اس ملک کی سیاست سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکالنے اور دفن کرنے کے لئے آیئے' موثر' قابل عمل قوانین بناتے ہیں اور بیٹھتے ہیں ۔ سپیکر کی رولنگ کا معاملہ ہو یا معزز اراکین کا اسمبلی میں آنے کا معاملہ ہو یا Rules of Business میں کوئی بھی خرابی ہو' ہم اس کو بھی اپنے ایجنڈے کا ایک حصہ بناتے ہیں'

آئیں بیٹھیں اس کے اوپر مذاکرات کے ذریعے سے اس میں جو بھی ابہام ہے ' جو بھی اس میں کمی ہے ' اس کو دور کرنے کے لئے کیوں نہ ہم بیٹھیں ۔ لیکن یہ isolation میں نہیں ہو سکتا ۔ اس کے ساتھ نواز شریف صاحب نے پیکج دیا ' میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے پیکج کو بھی اس مذاکرات کی ٹیم کا ' ایجنڈے کا حصہ بنائیں ' بات کرنے میں قطعاً کوئی حرج نہیں ' لیکن یہ نہیں ہو گا کہ پہلے تم استعفیٰ دو ' پہلے تم حکومت چھوڑو ' پہلے تم ایوان صدر کو چھوڑو پھر میں بات کروں گا ' یہ تو ناقابل فہم ' ناقابل قبول اور بالکل ہی مضحکہ خیز مطالبہ ہے جس سے سنجیدگی دور ہو جاتی ہے ۔ تو ان تمام امور کے اوپر ' as a package نواز شریف صاحب کہتے ہیں کہ عدلیہ کی تقرریاں قابل اعتراض ہیں ' میں کہتا ہوں کہ اول تو انہیں قوانین ' اسی آئینی طریقہ کار کے ذریعے سے عدلیہ کی تقرریاں ہوئی ہیں جو کہ ماضی میں ہوئی تھیں ۔ دوسری بات آپ عدلیہ کی تقرریوں کے طریقہ کار کو اگر تبدیل کرنا چاہتے ہیں ' تو اس پر بھی آئین کے اندر بات کرتے ہیں تا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو جائے ۔ یہ نہیں ہو گا کہ آپ خالی یہ کہیں کہ جناب مسلم لیگ کے جج اگر بن جائیں تو وہ تو بالکل ٹھیک ہیں ' مسلم لیگ کا صدر بنے تو وہ بالکل ٹھیک ہے ' اپنا ان کا ذاتی اتفاق گروپ کا اگر legal advisor جج بنے تو بالکل ٹھیک ہے ' اگر ان کے اپنے ماموں چاچے بنیں تو وہ بالکل ٹھیک ہے ' لیکن اگر پیپلزپارٹی کے غیر متنازعہ ' غیر جانبدار' 42 جج بناتے ہیں تو قیامت اٹھا دی ۔ بھئی یہ دہرا معیار نہیں چلے گا ۔ جناب چیئرمین ' ہمیں عدلیہ کو سیاست سے مکمل طور پر پاک رکھنا ہے اور پاک کرنے کے لئے آئین میں کیا کیا ترامیم کرنی ہیں ' ان کی تقرری کا کیا طریقہ کار ہو گا ' یہ طے کرنا ہو گا تا کہ ہمیشہ کے لئے اس پر فیصلہ ہو کہ عدلیہ میں تقرریاں مکمل طور پر غیر جانبداری سے اور صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر ہوں ۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں ' اور ہم نے اپنی طرف سے کئے ہیں ' ہم تو عدلیہ کو سیاست کے اثرات سے بالکل پاک رکھنا چاہتے ہیں ' ہم یہ نہیں چاہتے کہ چہروں کی بنیاد پر انصاف کیا جائے ۔ بالکل اس کی مذمت کرتے ہیں کہ اگر چہرہ بدل جائے petition کا یا petitioner کے وکیل کا تو اس کو مختلف ریلیف دیا جائے اور اگر دوسرا کوئی petitioner آ جائے اور اس کا وکیل دوسرا آ جائے تو اس کو مختلف ریلیف دیا جائے نہیں جناب ہمیں rule of law کی حکمرانی چاہئیے rule of face کی حکمرانی نہیں چاہئیے ' ہم اس کے خلاف ہیں ' ہم دیانتداری سے کام کرتے ہیں ۔ اگر واقعی ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک کے مسائل حل ہوں اگر ہم واقعی چاہتے ہیں کہ عدلیہ سیاست سے مکمل طور پر پاک ہو '

تو پھر ماضی کی بھی باتوں کو صاف کرنا پڑے گا یہ نہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہم نے کردیا وہ تو ٹھیک ہے ۔ لیکن تم اگر ایک بھی جج کو appoint کرو گے تو ہم اسے جیالا جج کہیں گے بالکل کوئی جیالا جج نہیں ہے یہ تمام تر Judges کا قانون آئین اور انصاف کے مطابق تقرر کیا گیا ہے۔ عجیب' عجیب؟

جناب' یہ دہرا معیار ہے ۔ اس ملک کو بچائیں ' آپ کہتے ہیں کہ عدلیہ میں سیاسی تقرر ہے ۔ بالکل ہم بھی کہتے ہیں کہ نہیں ہو نا چاہیئے ۔ آئیں ایک مشترکہ ٹیم بناتے ہیں ۔ Pakistan Human Rights Commission of نے 1992 میں دراب پٹیل صاحب کی صدارت میں آئین میں ترمیم کے بارے میں بڑی تجاویز دی ہیں ۔ آیئے ہم بیٹھ کر اس کی بات کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ کے لئے جج صاحبان کی تقرری کا وہ طریقہ کار وضع کریں کہ جس میں سیاسی تقرریوں کے ہونے کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے ۔ آئیں بیٹھ کرکریں' ہوا میں الزام تراشیوں سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا ' اور یہ نہیں ہو گا کہ اتفاق گروپ کا تو لیگل ایڈوائزر بن سکتا ہے' نواز اور مسلم لیگ کے صدور بن سکتے ہیں جج ' لیکن پیپلز پارٹی کا کسی بھی موقع پر اگر ماضی میں تعلق رہا ہو کسی جج کا وہ نہیں بن سکتا ۔ یہ بات دہرے معیار کی ہے ۔ یہ بات ناقابل عمل ہے ۔ ناقابل قبول ہے ۔ ہم بھی دیانتداری سے چاہتے ہیں کہ عدلیہ صرف اور صرف قانون کے مطابق فیصلے کرے اور چہروں کے مطابق فیصلے کرنے کی قابل مذمت روایت کو مکمل طور پر ختم کریں۔

جناب چیئرمین ! میں پھر یہی کہوں گا کہ ان معاملات کے اوپر الزام تراشی سے ہم کچھ نہیں حاصل کرسکتے ۔ اس کے لئے ہم بیٹھنے کو تیار ہیں 'ہم ان تمام امور کے اوپر چاہے وہ نواز شریف کا پیکج ہو minus resignation چاہے وہ ہماری آٹھویں ترمیم ہو خواہ وہ lawof defection ہے اس پر بھی جج صاحبان کی تقرری کا بھی ' کرپشن کے طریقہ ، کار پر بھی ' کرپشن کو ختم کرنے کے لئے تمام تر ' چاہے کسی بھی شخص نے کیا ہو آیئے مل کر اس کے لئے فیصلہ کریں کہ ایسا طریقہ کار بنائیں کہ تمام موذی لٹیروں کو اور یہ plunder کرنے والوں کو حرام خوروں کو نیست و نابود کرنے کے لئے طریقہ کار بنائیں ' آئیں مل کر قانون کے مطابق اور آئین کے مطابق کام کریں ۔ انتقامی کارروائی نہ ہم کرتے ہیں نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے ۔ اس کے لئے ہم مذمت کرتے ہیں اگر کسی کیس میں حزب اختلاف یہ محسوس کرتی ہے کہ انتقامی کارروائی ہوئی ہے اس کو بھی ہم ایجنڈے کا حصہ بنانے کے لئے تیار ہیں ۔ آئیں بیٹھیں

جناب، لیکن اس طرح سے خالی الزام تراشی سے نہ ان کا مسئلہ حل ہو گا نہ میرا مسئلہ حل ہو گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تمام امور کے اوپر law and order کی situation پر ہماری پورے طور پر ہماری بات چل رہی ہے کراچی میں ہمارے ایم کیو ایم کے دوستوں سے ۔ اور دیگر تمام امور پر بھی ہمیں آپس میں ---- میں داد دیتا ہوں کہ کل بھی یہ سیمینار میں حزب اختلاف نے ایک بار پھر اپنی کراچی میں امن و امان کے لئے اپنے تعاون کی پیش کش کی ہے جس کا میں خیرمقدم کرتا ہوں اور یہ قابل تحسین عمل ہے اور ان کے اس تعاون کو ۔ unconditional پر بھی ۔ حکومت سے میری یہی سفارش ہو گی کہ ہمیں چاہئیے کہ حزب اختلاف چاہے نواز شریف صاحب کی ہو یا ایم کیو ایم کی ہو، JUI کا ہو یا ANP کا تعاون ہو یا کسی بھی پارٹی کا ہو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تمام جمہوری اور سیاسی قوتوں کے تعاون کو حاصل کرکے کراچی میں اور سندھ میں اور پورے پاکستان میں امن و امان کے لئے جو بھی تعاون ہمیں ملتا ہے ایک مثبت قدم ہے۔ جس کا خیرمقدم کرنا چاہئیے اور اس کے لئے ان کے تعاون کو حاصل کر کے ان مسائل کو حل کرنے کی بھر پور کوشش کرنی چاہئیے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ سید اقبال حیدر صاحب ۱۰ منٹ زیادہ ہو گئے ہیں ۔

سید اقبال حیدر ۔ نکات تو بہت سارے تھے لیکن میں یہی کہوں گا کہ ان امور پر بھی صدرمملکت نے بڑے واضح الفا ظ میں افہام وتفہیم کے لئے زور دیا ہے اور یہی میری تقریر کا عکاس ہے ۔ for a change ایک نئی روایت ڈالیں۔ ہم نے کل ایوان میں ایک نئی روایت ڈالی ہے۔ جس کے لئے میں تمام اراکین کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں اور جناب سپیکر صاحب اور جناب چیئر مین کو میں کہتا ہوں کہ آپ دونوں کو بلائیں اور ان سے کہیں کہ

let us prepare an agenda, national agenda to resolve the differences base between the Government and the Opposition on all issues. Let there be a national agenda and let there be a meaningful dialogue and meaningful talk and meaningful resolution to resolve it

جناب چیئر مین ! اگر ہم نے اس میں کوتاہی برتی تو نہ صرف جمہوری اداروں کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے بلکہ میرے ملک کے استحکام کو بھی شدید خطرہ ہے لیکن

خدا نہ کرے کہ اس ملک پاکستان کو کوئی نقصان پہنچے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئر مین۔ شکریہ جناب اقبال حیدر صاحب ۔ اگلا سپیکر جناب صوبیدار مندوخیل صاحب ۔ میرا خیال ہے کہ وہ یہاں حاضر نہیں ہیں اور اس کے بعد ایم ظفر صاحب ۔

Mr. Zafar Muhammad : Thank you, Mr. Chairman. Sir, we are discussing the address of the honourable President of Pakistan and I can not overlook the event of 14 November 1994 when the President of Pakistan delivered his speech in the Parliament . Sir, now this is the part of the history and it has also come on the record....

(At this stage the Chair was vacated by Mr. Deputy Chairman which was occupied by the Presiding Officer(Ch. Aitzaz Ahsan)

Mr. Presiding Officer: Malik Qasim Sahib, May I have your attention please? He is being disturbed. Zafar Sahib.

Mr. Zafar Muhammad: Thank you, Sir. Now Sir, that day is now history both in writing and on tapes. What happened in the House, someone may call that it was exercise of right of the expression. Even if we say that it was exercise of right of expression, it could have been, made in the better way and Sir, what happened immediately thereafter outside the House. Could anyone say that was also exercise of the right of expression Sir. Certainly not Sir. Sir, this is claimed on both sides of the House that we have been fighting for the restoration of democracy during the days of Martial Law. We have been making sacrifices, going to jail and in certain cases flogged and of course someone also

went to the gallows. Quite right Sir, that had been done but Sir, the struggle to restore the democracy is one to preserve, protect and defend the democracy that is something different. What is being done and what was done on that day, that was certainly not to enhance the prestige of the democracy. It was in a way stumbling the democracy.

Now, Sir, to preserve the democracy, to defend it and to make it flourish, cer' in basic amendments in the Constitution will have to be introduced. Sir, this Constitution was framed in 1973 and the number of seats in the National Assembly, were fixed at 217. The population of the country, then was Sir, close to four crores of people. With the passage of time and the explosion of population now the population is somewhere at 14 crore. The constituencies have expanded. Now what is required is that amendment in the Constitution be brought and unanimously also that the seats in the National Assembly be increased. That will have give us the benefit of breaking away the certain cocktails of constituencies where the seats have become heritage. Sir, the other thing which is required is that this House, Senate should not be only a debating society, certain amendements in the Constitution be brought to make the Senate more effective and this is the need of the time, Sir. This should not be delayed. So what happens in the election is that the member returned with votes of 71,000 is declared elected while the member who secured 70,000 he loses. So may I ask what happens to those 70,000 persons. Whose representative doesn't stand returned. The voice of those persons should not be silent, and to achieve it we will have to introduce Sir, proportionate representation in the House. May be these steps, if earnestly taken, Sir, provide an infrastructure for the protection and the defence of the democracy, and may help it to flourish, Sir.

Now, Sir, we talk about the development in the country, but development in the country cannot come without the basic requirements such as communications, motor ways, linking of the country from one end to the other end. Unless that is done, there cannot be any development. So, kindly see now what is happening. If we look at the education, it has gone to. it has been absolutely ruined and the basic health facilties are at the minimum. The Law and Order situation is worst. I, Sir, once said that I have a dream. I have a dream to see this country prosperous happy and developed country. And I see this dream to come true not after decades. I wish it to see in my own life time as early as possible. Sir, this dream of mine can only come true when we have provided basic facilities of education for our children, health facilities for the public without any discrimination.

In Balochistan Sir, we have if we talk in terms of development, nothing. That Province happens to be the biggest province of Pakistan, but with least development in it. There are no roads, no hospitals and the education system is the worst. I am told that in certain schools, the teachers who provide education to the students of 9th or 10th classes are themselves not Matriculate. That is the state of affair of education there Sir. And now Sir, Balochistan has all the facilities such as natural resources if the other, are not known, one is known to the whole of the country that is Sui Gas. If only the royalty from the Sui Gas had been honestly and appropriately adequately paid to Balochistan Sir, Balochistan would have been something different than what it is today. Quetta happens to be the only city Sir, where Sui Gas has been taken but that was not a favour, it was by way of, probably charity by a Martial Law Administrator that this should be taken to Quetta. All the other cities, are without any gas and I as was saying

yesterday Sir, there is a hill station famous for being the last abode of the Father of the Nation, and for the Juniper trees, that is Ziarat, where in winter people, I may only inform Sir, Juniper trees take thousands of year to grow. These trees take very very long time to grow Sir, in certain cases more than thousand years. And during winters, there is no fuel facilties at Ziarat. People have to bear the cold day, fall back on the trees and the effect is that we are losing a national wealth. To meet this Sir, emergent position Sir, urgent steps should be taken and fuel should be provided to the people living in Ziarat. Sir, day before I were to come from Quetta to Lahore, and what I found out that there was no airlink from Quetta to Lahore. Quetta happens to be the capital of Balochistan. Lahore happens to be the capital of Punjab, and between two cities there was not facility of airlink. I had to come to Islamabad and then from Islamabad to go to Lahore. Sir, may I only know, why this? Pakistan International Airline can provide facilities to people of Karachi, Lahore, Islamabad and they are all linked, but why this discrimination agianst Quetta? We requested that there should be night facilities and the answer was "no", this is not possible. Why it is not possible during this modern time? We don't understand. Sir, I am just pointing out, I am just pointing out that these are very minor things. I am just pointing out the way the things are metted out to us. What is required is that in the national interest in the country's interest we should be given the same facilities which are available at the other stations and the other capitals.

Sir, now securitywise country is in a... God forbid we are at a very dangerous point under pressure from out side and what is happening in Karachi. They say that there also somebody else is involved in that. But who is involved? Who is not involved? It becomesour duty, duty of every one, national duty,

country's duty to defend to get up and protect the people of Karachi. Yesterday, Sir, we saw that a certain amount was being distributed to the citizens. I was only thinking that the persons who are on duty, who are performing their duty and they had been also killed, why were they ignored? They were performing their duties, their family should have also been extended the same facilities

ان کو بھی کچھ تھوڑا سا معاوضہ ملنا چاہیئے تھا ۔ معاوضہ تو غلط لفظ ہے جناب ، ان کی زندگیوں کا تو کوئی معاوضہ نہیں ہوتا۔

Now, Sir, it is in the news-papers that the atomic programme has been capped. It is for the national security, for the country, there should be no reason why this should be capped. This is the national demand. When we talk of Kashmir, when we talk of Bosnia, when we talk of other places, then we cannot simply sit back and say that we will cap this programme because somebody wants it to be capped. Let us be self-relianted and if somebody has any authority to stop us we should say with equal authority that we are not going to cap it. This is something on which, Sir, we can, with the support of the nation say that it is in the interest of the national security and this programme should continue.

Now, Sir, there is another aspect and that relates to the dispensation of justice. Judiciary has come under severe criticism before in this House and in the National Assembly. The method of appointment, the quality of Judges, the quality of judgements, all have been brought under severe criticism. Why has this happened is one thing and the wish that it should not have happened is another thing. And to say that this should not happen in future is still another thing, Sir. In order to say that this should not have happened and this should not happen in future, the method of recruitment in the judiciary will have to be

changed and this is the duty, responsibility of the government of the time to attend to this and see that recruitment to the judiciary is made in an open and fair manner in any way or allowing any doubt to be cast upon the appointment made in the judiciary. If that is done and the judiciary is allowed to act fairly, independently, without any fear, then the judgements delivered by the judiciary would not be brought under criticism in the way they have been brought under criticism in the recent past. I hope, Sir, these suggestions which I have made will receive the desired attention of the Government. Thank you.

Mr. Presiding Officer: Thank you Mr. Zafar. Before I call the next speaker is just sitting

میں آپ کو بلا رہا ہوں چانڈیو صاحب ، مجھے رضا صاحب نے یہ کہا ہے لیکن میں ذرا دو باتیں highlight کرنا چاہوں گا شاہ صاحب آپ یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور نوٹس لے رہے تھے دوباتیں باقی کے علاوہ خاصی اہمیت کی تھیں اور فوری نوٹس لینے والی ہیں کہ Juniper trees کی جو wastage ہو رہی ہے لوگ ایندھن کے طور پر اسے استعمال کر رہے ہیں۔واقعی پانچ پانچ ہزار سال پرانے یہ درخت زیارت میں ہیں اور دوسرا کوئٹہ لاہور لنک پی آئی اے ان دونوں پر نوٹس اگر لے رکھے ہیں تو بہت ضروری ہے اگر گورنمنٹ اس پر کچھ کر سکے اور اس پر توجہ اگر آپ دے سکیں تو شکریہ جی - یہ جواب طلبی نہیں ہے یہ مسئلہ تو کافی عرصے سے چل رہا ہے ہر حکومت کے زمانے میں ، اورگیس دے کر وہاں لوگوں کو فائدہ ہو سکے میری صرف خواہش ہو گی اگر یہ لوگ اس پر توجہ دیں اور یہ اہم نکات بھی ہیں - جناب غلام قادر چانڈیو صاحب۔

جناب غلام قادر چانڈیو - جناب چیئرمین صاحب میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ صدر محترم کے خطاب پر بات کر سکوں۔ جناب والا اپوزیشن والوں نے تو صدر صاحب کو سننے کا ہمیں موقع ہی نہیں دیا وہاں پر ایسی ہلڑ بازی تھی، ہنگامہ تھا کہ صدر صاحب کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ خیر جو کچھ بھی ۱۴ نومبر، میں سمجھتا ہوں چیئرمین صاحب یہ اچھا نہیں ہوا۔ شرم سے ہم سب کے سر جھکے ہوئے ہیں کیونکہ پوری قوم ہمیں دیکھ رہی تھی کہ

یہ کیا ہو رہا ہے ۔ ہم نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ اپوزیشن والوں کو برداشت کیا ۔ یہ "گو بابا گو، گو بابا گو" کا نعرہ تو ہمیں بتاتے ہیں مگر ہم نے کبھی کسی پر physical attack نہیں کیا لیکن ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ ایوان اور پوری قوم کے سامنے ہے ۔ ان لوگوں نے تو حد کر دی تھی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں گالم گلوچ اور ذاتی حملوں سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ اس واقعہ سے اس ایوان کا وقار بھی مجروح ہوا ہے ۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم ملک کی بقا کے لئے کام کریں اور ہم نے کام کیا بھی ہے ۔ اس ایوان میں وہ دوست بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اپوزیشن میں بھی بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے ہمارے ساتھ MRD کی تحریک میں کام کیا ہے ۔ اب اپوزیشن والوں اور گورنمنٹ والوں پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اس ایوان کے وقار کو برقرار رکھیں ۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ جو ۱۹۹۴ کے الیکشن ہوئے، جو بالکل صاف و شفاف ہوئے، اور پوری دنیا کے میڈیا نے یہ تسلیم کیا کہ جتنے بھی الیکشن ہوئے ہیں سب الیکشنوں میں یہ ۱۹۹۴ کا الیکشن بالکل صاف و شفاف تھا لیکن اپوزیشن والے پھر بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں برداشت نہیں کرتے ۔ عوام نے ہمیں mandate دیا ہے ان کو چاہئے کہ وہ ہمیں برداشت کریں ۔ تنقید بے شک ہم پر کریں لیکن تعمیری تنقید ہونی چاہئے، اسے ہم welcome کہیں گے ۔ جناب یہ روز روز لانگ مارچ اور پتہ نہیں یہ کیا کیا کرتے ہیں ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے، ہمیں یہ لوگ کام کرنے کا موقع دیں ۔ اب تقریباً ایک سال گزر گیا ہے اس میں جتنے ہم نے کام کئے ہیں ان کا رزلٹ جلدی نہیں آ سکتا ۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جب ہم کوئی فصل لگاتے ہیں تو وہ بھی ایک ہفتے یا دو ہفتے میں ہمیں فروٹ نہیں دے سکتی ۔ ہم نے جو منصوبے شروع کئے ہیں ہمیں ان کا انتظار کرنا چاہئے اور انشاء اللہ ان کے رزلٹ اچھے آئیں گے ۔ جناب اپوزیشن والوں کو پتہ نہیں کیا ہے، وہ کوئی نہ کوئی بات ہم جیالوں کے خلاف کر دیتے ہیں ۔ ہمیں جیالے ہونے پر فخر ہے اور ان کے پاس اگر کمی ہے تو جیالوں کی ہے ۔ پیپلز پارٹی کے پاس جیالوں کی طاقت ہے یہ کسی اور کے پاس نہیں ہے ۔ جناب جیالوں نے وہ کام کر کے دکھائے ہیں جو ان لوگوں نے کبھی نہیں کئے ۔ ہم نے مارشل لاء کے دور ان اتنی مصیبتیں برداشت کیں اور کوڑے کھائے ۔ جیلوں میں گئے ۔ پھانسیوں پر چڑھے پھر بھی ہم اپنے موقف سے نہ ہٹے ۔ democracy کے لئے ہم نے کام کیا اور اس کا پھل دیکھیں کہ آج دونوں ایوان یہاں پر موجود ہیں ۔ جناب ہم نے، جب یہ باہر سے آئی تھیں ایک نعرہ لگایا تھا، وزیر اعظم بینظیر، وزیر اعظم بینظیر، وہ ہم نے صحیح

اور سچ ثابت کر کے دکھایا آپ لوگوں کو۔ ہم وہ جیالے ہیں۔ جناب یہ کیا بات کرتے ہیں، ہم لوگ وہ جیالے ہیں جب ہماری ۱۹۸۸ء کی گورنمنٹ کو غلط طور پر ختم کیا گیا، تو ہم نے ایک اور نعرہ لگایا تھا کہ بینظیر بے قصور، بینظیر بے قصور اور وقت نے اور عوام نے اور جیالوں نے ثابت کر کے دکھایا، اس کی مثال ۱۹۹۳ء کے انتخابات ہیں کہ بینظیر بے قصور ہوئی، عوام کی عدالت نے فیصلہ دے دیا اور بینظیر پاکستان کی حکومت کررہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں پورے مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کررہی ہے۔ کیا یہ جیالے کم ہیں؟ کبھی کہتے ہیں کہ یہ نالائق ہیں، کبھی پتہ نہیں کیا کیا کہہ جاتے ہیں۔ جناب یہ صحیح بات نہیں ہے، ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں وہ ان کی بات ہے جو کچھ کہتے ہیں ہم ان کو برا نہیں کہیں گے۔ مگر اخلاق کے دائرے میں رہ کر بات کرنی چاہیئے۔ جیالے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں تو بہتر رہے گا۔ جناب ہم جیالوں کے معاملے میں امیر ہیں باقی معاملوں میں ہم فقیر ہیں۔

جناب اب آئیں صدر صاحب کی تقریر کی طرف، اس پر تھوڑا سا وقت لوں گا۔ خاص طور پر زراعت کا معاملہ ہے اور میں سمجھتا ہوں اس فیلڈ میں ہم بہت پیچھے ہیں اور روز بروز پیچھے ہوتے جارہے ہیں، کوئی خاص کام نہیں ہو رہا، اور خاص طور پر سندھ میں جو گزشتہ سالوں سے مسلسل بارشیں ہورہی ہیں وہاں پر تو زراعت مکمل طور پر برباد اور تباہ ہوگئی ہے۔ اس مسئلے پر ہمیں کچھ سوچنا چاہیئے کہ کیا کچھ کرنا ہے۔ جناب خاص طور پر ہم جو کاشتکار ہیں چھوٹے طبقے کے جتنا ہم اپنی زمینوں پر خرچ کرتے ہیں اس کا صلہ ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ کھادوں کی قیمتیں دیکھیں تو وہ آسمانوں سے باتیں کررہی ہیں۔ اور ہماری فصلوں کی قیمتیں ان کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اس لئے میں اس ایوان سے یہ مطالبہ کروں گا کہ اس طریقے سے قیمتیں رکھیں کہ بیلنس برابر ہو کم از کم کاشتکاروں کے لئے ہم اچھے اچھے فیصلے کریں جو غریب طبقہ ہے وہ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ ان کا جو انحصار ہے ترقی کا وہ خاص طور پر زراعت پر ہے تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس پر تھوڑی بہت توجہ دیں، تو اچھی بات ہو گی۔

جناب بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بھی سندھ میں خاص طور پر پانی کی قلت ہوتی ہے، پانی کم ہوتا ہے اور ہم بجلی کے ذریعے ہم اپنی زمینوں کو آباد کرتے ہیں اور بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ہمارے ٹیوب ویل بند ہوجاتے ہیں اسی لئے زراعت کو نقصان ہورہا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں حکومت نے بجلی گھر لگانے یہاں پر شروع کئے ہیں اور یہ ایک اچھی بات ہے

اور میں سمجھتا ہوں اس بجلی گھر لگنے سے خاص طور پر زراعت کو بہت فائدہ ہو گا۔ جناب سیم اور تھور خاص طور پر سندھ میں بڑی حد تک تباہی کی ہوئی ہے۔ اور خاص طور پر اس کام کے لئے جو ٹیوب ویل لگانے گئے تھے شروع شروع میں وہ پتہ نہیں کس منصوبے کے تحت بند کئے گئے ہیں اور ان کے بند کرنے کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر وہاں پر سیم اور تھور میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ان ٹیوب ویلوں کو چالو کرکے وہاں پر سیم اور تھور پر کنٹرول ہم کرسکتے ہیں۔ جناب سرمایہ کاری یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اب ہمارے ملک میں غیر ممالک سرمایہ لگا رہے ہیں جس کا امریکہ نے بھی ہم سے وعدہ کیا ہے' معاہدے کئے ہیں اور سرمایہ کاری اور وغیرہ وغیرہ ہو رہی ہے۔ برطانیہ سے بھی ہمارے معاہدے ہونے ہیں۔ جناب یہ لازمی ہے کہ جب یہ سرمایہ کاری ہوگی اس کے اثرات بعد میں آئیں گے ابھی جلدی نہیں آئیں گے۔

جناب دوسری بات کی طرف میں آپ لوگوں کی توجہ دلاؤں گا وہ ہے تعلیم کا معیار وہ بھی روز بروز گرتا جا رہا ہے۔ ہم بات تو کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ہم نے تعلیم کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہ ہم سب لوگوں پر فرض بنتا ہے کہ ہم تعلیم کے معاملے میں ذرا توجہ دیں تو بہتر ہوگا۔ جب تک ہمارا تعلیمی معیار اچھا نہیں ہوگا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کرسکے گا۔

خواتین کے بارے میں ہماری حکومت نے بڑے بڑے فیصلے کئے ہیں' ان کے جائز حقوق ان کو دلوائے ہیں۔ ہم نے خواتین ججز مقرر کی ہیں اور خواتین پولیس سٹیشن اور خواتین بنک قائم کئے ہیں۔ جناب اقلیتوں کا تحفظ بھی ہمارے اوپر لازم ہے اور اس حکومت نے خاص طور پر اس طبقے کے لیے بڑے اچھے فیصلے کئے ہیں۔

پریس والے جام صادق صاحب کے دور میں کیسوں میں involve تھے۔ ان کے ساتھ بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم ان کو تھوڑا بہت تحفظ فراہم کریں۔ ہم نے کوشش ضرور کی ہے لیکن پھر بھی ہمیں ان لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا چاہیئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہماری ہر بات پر نظر رکھتے ہیں۔ اگر ہم کوئی اچھا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کو سراہتے ہیں اور اگر ہم سے کوئی بھول ہوتی ہے تو یہ لوگ ہمیں معاف نہیں کرتے۔ میں ان لوگوں کو خاص طور پر مبارکباد دیتا ہوں کہ پریس والے ہماری صحیح نمائندگی کر رہے ہیں۔

جناب والا' امن و امان بھی خاص طور پر سندھ اور کراچی میں ایک اہم مسئلہ ہے۔

جناب سندھ نے خاص طور پر پاکستان کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں ۔ ہم نے ایم کیو ایم کے ساتھ مذاکرات شروع کئے ہوئے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ جلد از جلد کامیاب ہوں گے ۔ ہماری وزیر اعظم صاحبہ کراچی میں ہیں اور ہمیں امید ہے ۔ کراچی کا مسئلہ بھی انشا اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی دعاؤں سے حل ہو جائے گا ۔ اور یہ صرف حکومت کا ہی مسئلہ نہیں ہے ' اکیلی حکومت کچھ نہیں کر سکتی ۔ اپوزیشن اور حکومت دونوں کو مل کر اس ملک کی بقا کے لئے کام کرنا چاہیئے ۔ کراچی کا مسئلہ مارشل لا ، دور کی پیداوار ہے ۔ آپ نے دیکھا کہ مارشل لا ، کے دور کی وجہ سے اسلحہ کے انبار لگے ہیں اور منشیات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہیں ۔ اس لئے اس سلسلے میں ہم سب لوگوں کو مل جل کر کام کرنا چاہیئے ۔ اس وقت ملک نازک مرحلے سے گزر رہا ہے اور ہمیں چاہیئے کہ ہم سب مل کر پاکستان کی بقاء کے لیے کام کریں ۔ اگر خدا نخواستہ پاکستان نہ رہا تو نہ تو یہ ایوان رہے گا اور نہ کچھ اور رہے گا ۔ اس لئے ہمیں سب کچھ بھلا کر اس ملک کے لئے اور اس قوم کے لئے کام کریں ۔ جہاں تک کشمیر کا مسئلہ ہے جب تک ہمارا آپس میں اتفاق نہیں ہوتا تو ہم اس مسئلے کو بھی حل نہیں کر سکیں گے ۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم کشمیر سمیت تمام مسائل پر مل جل کر بات کریں اور ان کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ۔ شکریہ۔ پانڈیو صاحب زرعی اجناس کی قیمتوں پر آج وزیر پارلیمانی امور کا بڑا اچھا انٹرویو چھپا ہے آپ نے بھی" دیکھا ہو گا۔ جناب فتح محمد خان صاحب۔

جناب فتح محمد خان ۔ شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ بات شروع کرنے سے پہلے میں عرض کروں گا کہ صدر صاحب نے جو بنیادی بات کی ہے وہ آئین اور قانون کی بالا دستی کی تھی ۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارا قانون کب بنا ہے کیسے بنا ہے اور کن لوگوں نے بنایا ہے ۔ جب سے یہ ملک بنا ہے آٹھویں ترمیم کے بعد یہ ہمارا چوتھا آئین ہے ۔ پہلے آئین بنا ' مارشل لا لگ گیا تو اس نے اپنا آئین بنا دیا ۔ پھر جمہوری حکومت آگئی اور consensus کی بنیاد پر ۱۹۷۳ کا آئین بن گیا ۔ جب آٹھویں ترمیم ہوئی تو ۱۹۷۳ کے اصل آئین کا حلیہ سراسر بگاڑ دیا گیا۔ تو جب تک یہ 8th Amendment رہے گی تو نہ کسی کے اختیارات کا تعین ہو گا اور نہ یہ ملک صحیح طریقے سے چل سکے گا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر کسی کو اپنے اختیارات کا پتہ بھی نہیں ہے۔ وزیر اعظم کو پتہ نہیں ہے کہ میرے اختیارات کہاں تک ہیں اور صدر کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میرے کہاں تک اختیارات

ہیں۔ اگر ایک پارٹی کے آ جاتے ہیں تو جو وزیر اعظم کی بات ہوتی ہے وہی بات صدر کی ہوتی ہے۔ اگر کسی دوسری پارٹی کا آدمی آ جاتا ہے تو وہ اسی وقت حکومت کو ختم کر دیتا ہے جیسے پچھلی تین حکومتوں کو غیر قانونی طور پر ختم کر دیا گیا۔ تو اس لئے سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ جو ہمارا آئین ہے ہم اس میں 8th Amendment کے ساتھ ساتھ جو اور بھی ترامیم ہوئی ہیں' ۷۳ء کے آئین میں وہ ساری کے ساری ختم کر کے اسی آئین کو بحال کریں جو consensus کا آئین تھا اور پہلا آئین تھا جس پر ہر لیڈر کے اور ہر پارٹی کے جتنے نمائندے تھے ان سب کے دستخط موجود تھے۔ تو اس میں پھر آئندہ کے لئے یہ گنجائش نہیں بنتی تھی کہ اتنی جلدی جلدی ترامیم کرا دی جائیں اور میں اس کا سدباب کر کے اس کا خاتمہ کر کے پھر اس کے بعد 8thAmendment کرا دی جائے اور ملک کو بالکل ایک نیا آئین دیا گیا۔

میں اس بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ جب تک آئین کا احترام اس ملک میں نہیں ہو گا' یہ ملک صحیح طریقے سے کبھی نہیں چل سکے گا۔ ۸۵ء کی آمبلی میں جب 8th Amendment کی بات ہو رہی تھی' اس وقت میں اسمبلی میں تھا' نیشنل اسمبلی میں۔ تو اس وقت کے صدر صاحب ضیاء الحق مرحوم نے ہمیں بلایا تھا اوروہ زور لگا رہے تھے کہ یہ 8th Amendment منظور کرا لی جائے اور لوگ نہیں مانتے تھے تو ہمارا ایک ساتھی نثار محمد خان وہ بھی ہمارے ساتھ ایم این اے تھا' تو انہوں نے ایک دلیل کے طور پر لوگوں کو راضی کرنے کے لئے کہا کہ جو صدر صاحب کہتے ہیں وہی بنا لیں' کیا آئین ہے پاکستان کا؟ پاکستان کا بھی کوئی آئین ہے ؟ تین چار آئین پہلے توڑ دیئے گئے ہیں اور ابھی آپ اپنا آئین اٹھا کر دیکھ لیں ۷۳ء کا' اس میں واضح ہے کہ اگر کسی نے مارشل لاء لگا دیا تو اس کو پھانسی پر چڑھایا جائے گا ۔تو وہی آدمی جنہوں نے یہ دونوں کام کئے ہیں' وہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' صدر ہیں۔ اور جنہوں نے آئین بنایا تھا وہ پھانسی ہو گیا ۔ تو پاکستان کیا ہے اور آئین کیا ہے ہمارا؟ بس صدر صاحب کو کیوں ناراض کرتے ہیں' بس بنا لیں آئین۔ تو وہ آئین ہمارا اس وقت کا بن گیا اور اس وقت جونیجو صاحب نے اس بات پر راغب کر دیا ہوا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یہ تو غلط آئین ہے اور اس نے مجبور کر دیا تھا سب کو اگر یہ آئین نہیں بناتے تو میں اسمبلیوں کی چھٹی کر دیتا ہوں ۔ اس بارے میں کئی دفعہ ہماری meetings ہوئی تھیں تو چھٹی کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ یہ تو ہماری اپنی اسمبلی ہے ہم پھر اس میں ترامیم کر کے اس کو صحیح کرلیں گے اور اب جو صدر صاحب فرما رہے ہیں اسی طریقے سے آئین

بنا لیں گے۔ تو اس ترمیم کے بعد میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ ملک چل سکے گا اس لئے کہ یہاں پر پھر نیشنل اسمبلی یا پارلیمنٹ کے اختیارات بھی نہیں ہوتے۔ ایک طرف تو پارلیمنٹ میں نمائندے منتخب ہوکر آ جاتے ہیں اور ان کو قانون سازی کی اجازت ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اسلامی نظریاتی کونسل ہوتی ہے وہ ان کو recommend کرے یا اگر یہ بل پاس بھی کر لیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی ہے تو پھر وہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ تو اگر یہ مسلمان ہیں یہ نیشنل اسمبلی والے یا یہ پارلیمنٹ والے تو پھر یہ قانون بنا لیں۔ اگر کوئی شک ہے ان کی مسلمانی پر تو پھر اسلامی نظریاتی کونسل کو یہاں پر بٹھائیں۔ یہاں پر یہ اخراجات اور یہ فضول گفتگو سے پھر کیا مطلب نکلتا ہے؟ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت ایک طرف اور دوسری طرف ہائی کورٹ تو اس میں بھی تضاد ہے۔ اگر یہ ہائی کورٹ والے غیر اسلامی ہیں تو ان کو ختم کر کے فیڈرل شریعت کورٹ بنا لیں۔ اگر دونوں کی ضرورت نہیں ہے ایک ساتھ تو پھر یہ رکھ لیں لیکن ایسے تضادات آئین میں پیدا ہو گئے ہیں کہ جب تک یہ ختم نہیں ہوتے میرے خیال میں ملک کا کوئی حل نہیں نکل سکے گا۔ تو میں اپنے ساتھیوں سے مؤدبانہ عرض کروں گا کہ پہلے تو یہ 8th Amendment بغیر کسی حیل و حجت کے from A to Z ختم کر لیں۔ اور دوسرے آئین میں جتنی ترامیم پہلے ہوئی ہیں یا بعد میں ہوئی ہیں ان کو بھی ختم کر لیں۔ اگر کوئی ایسی ضرورت ہوئی تو اس کے بعد بیٹھ کر پھر بنا لیں۔ اگر ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہاں پر ایک کمیٹی بنا لیں گے اور کمیٹی بیٹھ کر سارے آئین کا جائزہ لے گی۔ دوبارہ بنا لیں گے تو وہ مشکل ہو گا وہ کبھی نہیں ہو سکے گا بلکہ ناممکن ہو گا۔

آئین میں جہاں تک میں سمجھ رہا ہوں کہ ہمارے آئین میں ایک بات کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں ایک شق ڈال دی جائے کہ یہ اسمبلیوں کی میعاد تین سال ہو جائے۔ اس لیے کہ پیپلز پارٹی کے اپنے منشور میں یہ ہے کہ چار سال کے بعد الیکشن ہوں اور ہمارا نیشنل کیریکٹر سب کو معلوم ہے۔ ہم انتظار نہیں کر سکتے۔ ہم میں برداشت نہیں ہوتی۔ ہم میں تحمل نہیں ہوتا۔ ہم میں صبر نہیں ہوتا۔ یہ تو باہر ممالک کے لئے ہے کہ چلو ان کی باری ہے۔ ان کو کرنے دیں ہم انتظار کرتے ہیں لیکن ہم تو نہیں کر سکتے ہیں۔ جیسے کرکٹ کا میچ جب وہ یورپ میں کھیلتے تھے تو پانچ چھ دن کا میچ ہوتا تھا۔ لیکن جب ان ممالک میں آ گیا تو انہوں نے اس میں بھی ترمیم کرکے ون ڈے میچ کر دیا۔ اسی طریقے سے ہم اپنے حالات کو دیکھیں۔ کیونکہ ان کی چار سال کی

تجویز تو پہلے سے ہے تو اپوزیشن کے ساتھ بیٹھ کر اگر تین سال کی بات ہو جائے اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اخراجات زیادہ ہوں گے کوئی کام نہیں کر سکے گا تو کم از کم سات آٹھ دفعہ یہ تین سال کو آزما لیں تاکہ ہم میں کچھ صبر بھی پیدا ہو جائے اور کچھ ہم سیکھ بھی لیں اس کے بعد پانچ سال کر لیں چھ سال کر لیں ۔ اگر ہم چلا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے اگر نہیں چلا سکتے تو وہ تین سال رہنے دیا جائے ۔ دوسرا قانون بناتے وقت قانون میں جو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہوتا ہے۔ وہ یہ ہوتا ہے کہ ایک قانون بنتا ہے اور اس قانون کے تحت پھر آرڈر ہو سکتا ہے۔جب ہم اپنی مرضی سے قانون بناتے رہیں تو پھر آرڈر نہیں ہو سکتا ۔ اور قانون میں یہ لازمی بات ہے اور مہذب دنیا نے جو قانون بنائے ہوئے ہیں اور جن پر عملدرآمد ہوتا ہے اور جو کامیابی کے ساتھ چلتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے قانون ایسا بناتے ہیں ۔اور ان کا تصور یہ ہوتا ہے کہ قانون ایسا ہونا چاہیئے جہاں ہر ایک شہری کو آزادی تقریر 'آزادی تحریر اور آزادی ایسوسی ایشن ہو' ایسا نہ ہو کہ ایک خاص فکر والوں پر محیط ہو اور وہ یہ کہیں کہ یہ جو میرا فکر ہے ۔ سارے اس کی تبلیغ کریں ۔ سارے اس کا پرچار کریں سارے اس کی پابندی کریں۔ادھر ادھر کی بات نہ کریں ۔ تو یہ مکمل آزادی تقریر' تحریر اور ایسوسی ایشن کی ہونی چاہیئے ۔ اس کے بعد پھر لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے ۔ جب ان چیزوں پر پابندی ہوتی ہے تو ہمیں اصل چیز نظر نہیں آ سکتی۔

اس کے ساتھ دوسری جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ ہم نے جب سے پاکستان بنایا یعنی 1949 سال سے ہم ایک منافقانہ پالیسی پر چلے آ رہے ہیں۔ اگرلسی کی حکومت بھی ہوتی ہے اور کوئی اپوزیشن میں بھی ہوتا ہے تو دونوں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ جو قانون ہے یہ انگریزوں کا قانون ہے اس کو ہم اسلامی کر لیں گے اور جب حکومت میں آ جاتے ہیں ---- ایک دفعہ کا ذکر ہے ۱۹۸۵ء کی اسمبلی کے ہم ممبر تھے اور ضیاء الحق صاحب پشاور میں آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اسلام کس چیز کو کہتے ہیں۔ جس چیز کو بھی آپ اسلام کہتے ہیں اس کو نافذ کرکے یہ سلسلہ ختم کر لیں ۔ اس ملک میں اور بھی بہت سارے کام کرنے ہیں ۔ بہت سارے مسائل ہیں ۔ آٹھ سال سے ہم کہہ رہے ہیں کہ اسلام آ رہا ہے ۔ اسلام آ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس چیز کا ذہن میں کوئی خاکہ ہوگا تو یہ نافذ کرکے ختم کر لیں۔ اس طریقے سے پچھلی والی حکومتیں ہیں ۔ یہ حکومت بھی ہے کسی نے اس بات کی طرف توجہ نہیں دی ۔ اگر یہ ملک میں صحیح طریقے سے اسلامی قانون چاہتے ہیں اور صحیح طریقے سے اسلام کی حکمرانی چاہتے ہیں۔ تو پھر حافظ

حسین احمد صاحب سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے ان کے حوالے کر دیں۔ میرے خیال میں یہ زیادہ سے زیادہ چار چھ مہینے کے بعد ان سے قانون کا پتہ کر لیں تو قانون بھی آپ کو ملا ہو گا آئین کا پتہ کر لیں وہ بھی آپ کو ملا ہوگا۔ قاضی کورٹس کا پتہ کر لیں وہ بھی ملیں گی۔ یا پھر اگر ان کو بھی نہیں دیتے تو قاضی حسین احمد کو (جماعت اسلامی کو) دے دیں۔ یا سمیع الحق کو دے دیں کسی کے حوالے کر دیں۔ تاکہ وہ ہو جائے۔ یا پھر جس کی حکومت ہوتی ہے وہ جس چیز کو اسلام کہتے ہیں وہ نافذ کرکے یہ سلسلہ تو ختم کر لیں ۔ یہ تو جو قانون ہے یہ تو کفر کا قانون ہے اور انگریزوں کا ہے ۔ اور ۴۷ سال سے کوئی پیر نہیں بن رہا۔ تو قانون پر کیسے ں کر ہیں گے۔ تو کون ان کی حکمرانی اور بالادستی کو تسلیم کر سکے گا۔ جب تک ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ جو قانون ہے یہ صحیح نہیں ہے ۔ یہ غلط قانون ہے ۔ اس کو ہم بدل رہے ہیں ۔ بدل رہے ہیں ۔ دونوں طرف سے یہ آوازیں آ رہی ہیں۔

تیسری بات میں اپنی پارلیمنٹ کے بارے میں کہوں گا ۔ ہمارے سوات میں چالیس پچاس سال سے پہلے ہم ٹرائیبل ایریا کے لوگ تھے ۔ تو وہاں پر ایک ڈھلہ سسٹم ہوتا تھا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے یہاں پر پارٹیاں ہوتی ہیں ۔ ایک ڈھلہ دوسرے ڈھلے سے سب کچھ لے لیتا تھا ۔ ان کے گھر لوٹتے تھے ان کے مویشیوں کو لے جاتے تھے ۔ اور ان کو وہاں سے بھگا دیتے تھے ۔ پھر دوسری پارٹی کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہم ان کے ساتھ یہ کر لیں اور ان کو بھگا کر ان کی ساری چیزوں پر قبضہ کر لیں یا اس وقت وہاں پر جھگڑالو قسم کی عورتیں ہوتی تھیں ۔ تو وہ سارا دن لڑتے رہتے تھے ۔ اور باہر کے لوگ تماشہ دیکھتے رہتے تھے کہ کس قسم کا جھگڑا ہے اور کب ختم ہوگا ۔ شروع کس بات پر ہوا ہے اس کا بھی پتہ نہیں ہوتا تھا ۔ تو ہم نے پارلیمنٹ میں بھی وہی کچھ شروع کر کا ہے کہ وہاں جو جھگڑالو قسم کی عورتیں تھیں یا وہ جو ہمارا ڈھلہ سسٹم تھا وہ بنا رکھا ہے ۔ ہم اس تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں کہ کس طریقے سے ان سے حکومت چھین کر قبضہ کر لیں ۔ اور وہ اس سوچ میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم ان پر قبضہ کر لیں ۔ جب ان کی حکومت ہوتی ہے تو یہ یہ کرتے رہتے ہیں ۔ تو جب تک یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا تو امن مشکل ہے ۔ لہذا میری تجویز ہے کہ یہاں پر ہماری پارلیمنٹ میں ضمیر کا ووٹ ہو جائے۔ جس آدمی کے جو ضمیر میں آئے وہ اپنی بات کر سکے۔ جس آدمی کے ضمیر میں جو بات ہو

وہ اپنی ضمیر کے مطابق کچھ بات کرسکے اور اس پرعملدرآمد کرسکے ۔ اور ہم صحیح کو صحیح کہہ سکیں اور غلط کو غلط کہہ سکیں ۔ پھر ہماری پارلیمنٹ کی بالادستی کیوں قائم نہیں ہو گی ۔ لیکن جب لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ تو اندر سے ایسے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ ابھی اقبال حیدر صاحب فرمارہے تھے کہ نہیں ہم بہت اچھے کام کر رہے ہیں اور ہم بہت اچھے لوگ ہیں ۔ لیکن چونکہ میں 50ء سے ممبر چلا آرہا ہوں اور یہ میری ساتویں term ہے ۔ تو یہاں تک میں نے کارکردگی دیکھی ہے میں نے ملک کی حالت کو بہتر نہیں دیکھا ہے ۔ جس وقت انگریز جارہے تھے اس وقت سے یہ خرابی شروع ہوئی اس حالت میں ہم پہنچ گئے ہیں کہ اب لوگ کہتے ہیں کہ ملک تو ٹوٹنے والا ہے لیکن پتہ نہیں کہ کس طریقے سے ٹوٹے گا ۔ کونسا صوبہ کہاں جائے گا ۔ کس کے ساتھ جائے گا ۔

اب اس سلسلے میں ، میں مالاکنڈ ڈویژن کی صورتحال کے بارے میں کچھ عرض کر دوں ۔ وہاں پر بھی یہ تھا کہ 69ء میں سوات کا ہمارا mergerہو گیا ۔ تو اس کے بعد وہاں فوراً کوئی قانون نافذ نہیں ہوا ۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کیا کریں ۔ لیکن وہاں پر ایک پولیٹیکل ایجنٹ بھیج دیا اور کہا چلو تم بھی اپنی مرضی سے حکومت کرتے رہو ۔ سال دو سال وہ اپنی مرضی سے حکومت کرتا رہا ۔ پھر انہوں نے کہا کہ نہیں یہ پاکستان کا قانون وہاں پر نافذ ہونا چاہئیے ۔ تو وہ قانون آگیا ۔ پھر انہوں نے کہا کہ نہیں یہ قانون صحیح نہیں چل سکتا ۔ اس نے جرگہ سسٹم بنا دیتے ہیں ۔ تو یہ بنا دیا ۔ اگر کسی کا مقدمہ ہو تو دو ایک فریق سے اور دو دوسرے فریق سے وہ آکر فیصلہ کریں ۔ وہ آپس میں لڑتے رہتے تھے ۔ وہ ایک والے جو دو ہوتے تھے وہ کبھی بھی دوسرے فریق کی بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے ۔ تو ہمیشہ ان کی لڑائی ہوتی تھی ۔ اور اس وجہ سے لوگ بہت تنگ آگئے تھے ۔ اس کے بعد ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ نے وہ قانون منسوخ کردیئے کہ یہ انسانی حقوق کے خلاف ہیں یہ جرگہ سسٹم ۔ تو پھر آٹھ نو سال دوبارہ وہ سارا مالاکنڈ ڈویژن جو تھا وہ زمین بے آئین رہا ۔ اس میں کوئی قانون نہیں تھا ۔ آٹھ نو سال کسی کو کوئی فکر نہیں تھی کہ یہاں پر کوئی قانون ہونا چاہئیے ۔ جس کے نتیجے میں جو حالات رونما ہوئے وہ ایسے ہیں کہ وہاں پر لوگ جو تھے

انہوں نے آکر۔۔ میں اسے ایک قسم کی بغاوت کہتا ہوں ۔ اس لئے کہ جتنے تھانے تھے، جتنی تحصیلیں تھیں، جتنے ایف سی والے تھے سب کے سب جگہوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور اپنا قانون بنا لیا ۔ ہر گاؤں والے کل آئے ۔ اور انہوں نے لوگوں کو روکا اور ان کی تلاشیاں لیتے رہے ۔ پھر حکومت نے اس وقت کارروائی کی جس کے نتیجے میں آپ کو پتہ ہے کہ اگر ہم اس پر فخر کریں کہ ہم نے 200 سو کو مارا ہوا ہے ایف سی والوں کو تو وہ کون ہیں ۔ وہ بھی ہمارے بچے ہیں بھتیجے ہیں ۔ اور اگر ہم کہیں کہ انہوں نے ہمارے ڈیڑھ، دو سو کو مارا ہے تو --------

(اس مرحلہ پر اذان ظہر کی آواز آئی)

جناب پریذائڈنگ آفیسر۔ خان صاحب اگر تو دو تین منٹ میں ختم کریں یہ آپ پر منحصر ہے نہیں تو کل دس بجے تک ملتوی کر دیتے ہیں ۔

میاں رضا ربانی۔ اگر خان صاحب ابھی wind up کرلیں تو then ۔

جناب پریذائڈنگ آفیسر۔ یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ چاہتے ہیں تو ابھی ان کا وقت ہے ۔

جناب فتح محمد خان۔ جناب دو تین منٹ میں کیا کہہ سکتا ہوں جی میں نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ وقت نہیں ہو گا۔

جناب پریذائڈنگ آفیسر۔ ابھی آٹھ منٹ باقی ہیں میں نے دیکھا ہے ۔

میاں رضا ربانی۔ جناب آٹھ منٹ تو ہو گئے ہیں۔

جناب فتح محمد خان۔ میں نے تو پانچ منٹ باتیں کی ہیں ۔

میاں رضا ربانی۔ جناب میرے خیال میں آٹھ دس منٹ تو ابھی بیٹھ سکتے ہیں خان صاحب اپنی تقریر مکمل کرلیں ۔

جناب پریذائڈنگ آفیسر۔ محترم وزیر صاحب بھی یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو سنیں ۔ بے شک آپ پھر جاری رکھیں۔

جناب فتح محمد خان۔اس کے بعد عدالتوں کی بات آ جاتی ہے ۔ تو عدالتوں کا جو ابتر حال ہے یااس میں جو روز بروز خرابی آ تی جاتی ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے جی۔ عدالتوں میں پہلے یہ ہوتا تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ یہاں پر انصاف ہوگا ۔ کوئی جا کر دروازہ کھٹکھٹاتا تھا تو توقع ان کی یہ تھی کہ ہمیں انصاف ملے گا ۔ اور اس کے لئے ایک قانون انگریزوں نے بنایا ہوا تھا وہ قانون یہ تھا کہ اگر وہاں نیچے عدالت میں جو کیس ہوتا تھا وہ اس کی ساری کارروائی نیچے عدالتوں میں ہوتی تھی۔ جتنے گواہ ہوتے تھے، جتنے چارجز ہوتے تھے، جتنے دوسری طرف ۔ بیانات ہوتے تھے۔ وہ ایک ہی عدالت میں ہوتے تھے ۔ اور وہ پھر اپنا فیصلہ سنا دیتے تھے۔ تو فیصلے کے بعد وہ دوسرے کورٹ میں جب جاتے تو دوسرے کورٹ یہ دیکھتے کہ یہ نیچے والی عدالت نے فیصلہ صحیح کیا ہوا ہے یا غلط کیا ہوا ہے ۔ اگر ان کے خیال میں یہ غلط فیصلہ ہوتا تو وہ سمجھتے تھے کہ اس میں کوئی رشوت یا سفارش کوئی ایسی بات ضرور ہوگی۔ تو ان سے پوچھ لیتے تھے کہ فیصلہ کس طریقے سے ہوا ہے ؛ لیکن آج کل ہماری عدالتوں میں کیا انداز اپنایا ہوا ہے ۔ کہ نیچے عدالت جو ہے وہ آدمی سے پچاس ہزار روپے لے کر اس کے حق میں فیصلہ سنا دیتے ہیں ۔ دوسری پارٹی جو ہے وہ جا کر دوسری عدالت میں ایک لاکھ روپیہ دے کر وہ فیصلہ بدلوا لیتے ۔ پوچھنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں ۔ پھر پہلے والا جا کر تیسری عدالت میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ لگا کر درخواست کراکے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے ۔ آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو واپس ریمانڈ ہو جاتا ہے فیصلہ یا چالیس، چالیس سال، ساٹھ ساٹھ سال لگ جاتے ہیں اور عدالتوں میں فیصلہ نہیں ہوتا۔ یہ نظام جو پہلے ہمیں ملا تھا جس طریقے سے انصاف ہوتا تھا جی ۔ اس وقت انگریزوں کے وقت میں انصاف ہوتا تھا۔ اگر انصاف نہیں ہوسکتا تھا تو اتنے لوگوں پر اتنی کم تعداد میں حکومت کیسے کر سکتے تھے؛ لیکن کوئی طریقہ ان کا ہوتا تھا، ہمارا کوئی طریقہ ہوتا نہیں ہے۔ مصیبت تو ہماری یہ ہے۔

قانون بناتے وقت بھی ہم ان چیزوں کا خیال رکھیں کہ یہ قانون جو ہم بنا رہے ہیں کیا یہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ یہ انسان کے فطری تقاضوں پر پورے اترتے ہیں یا فطری تقاضوں کے خلاف ہیں۔ لیکن ہمیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ہم قانون ایسے بناتے ہیں جو قابل عمل ہو نہیں سکتا تو لازماً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ قانون لوگ توڑتے رہتے ہیں اور پھر عادی ہو جاتے ہیں۔ جب وہ عادی ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ایک دو اچھے قانون بھی توڑ دیتے ہیں۔ تو قانون بناتے وقت اس پر بڑی احتیاط اور بڑی سوچ سمجھ کی ضرورت ہوتی ہے کہ قانون ایسا بنایا جائے جو

انسان کی فطرت کے مطابق ہو۔ کیونکہ ہم قانون بنانے سے انسانی فطرت کو نہیں بدل سکتے۔ وہ تو انسان کی فطرت ہوتی ہے جی۔ تو قانون بناتے وقت ہمیں اس کے تقاضوں کو دیکھنا چاہیئے اور جب ایک دفعہ قانون بن جائے تو پھر اس کے ساتھ مذاق نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم سزائیں بڑھاتے رہتے ہیں کہ اگر کسی نے نارکاٹکس کا کاروبار کیا تو ہم نے سزائے موت کر دی، کسی کے پاس سے بندوق پکڑی گئی، تو پہلے تو یہ قانون بننے والا تھا کہ اس کی جائیداد بھی ضبط ہو گی اور ساری عمر جیل میں بھی رہے گا۔ لیکن وہ تین تین سال والے اور دو دو سال والے اور چار چار سال والے جو ہیں ان میں سے کس کو سزا ملی ہے؟ کسی کو سزا نہیں ملی ہے۔ بس ہماری سوچ یہ ہے کہ جتنی ہم سزائیں بڑھائیں گے یہ جرم خودبخود ختم ہوتے جائیں گے۔ لیکن صرف سزائیں بڑھانے سے جرائم ختم نہیں ہو سکتے جب تک ان پر صحیح عملدرآمد نہ ہو۔ ہم یہاں سے کہتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکروں پر پابندی ہے، پھر یہاں سے نکل کر ہم بھی سنتے ہیں کہ یہاں پر لاؤڈ اسپیکر پر فضول باتیں ہو رہی ہیں، وہاں بھی ہو رہی ہیں، وہاں اپنی مرضی کی ہو رہی ہیں، یہاں پر بھی اپنی مرضی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس قانون کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ تو اس کے ساتھ کیا ہو گا۔ کلاشنکوف پر وہ کہتے ہیں کہ شادیوں میں فائرنگ اور خوشی کے موقعوں پر فائرنگ نہیں کرنی چاہیئے۔ سارے لوگ دیکھتے ہیں کہ فائرنگ ہوتی رہتی ہے، بسا اوقات یہ ہمارے جتنے وزیراعظم ہوتے ہیں، جو اب ہیں یا پہلے ہیں یا بعد میں جو آنے والے ہوں گے وہ بھی بیٹھے ہوتے ہیں، وزراء بھی بیٹھے ہوتے ہیں، پولیس والے بھی بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور قانون کا یہ حشر ان کے سامنے ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم ایک ڈش کھانا پکائیں گے، تو جب لوگ چلے جاتے ہیں تو وہاں پر دس دس ڈشیں پڑی رہتی ہیں۔ تو اسی وجہ سے قانون پر عملدرآمد ایک ضروری چیز ہوتی ہے جی۔ باہر کی دنیا میں انسان جو کچھ بھی وہ اپنے لئے کرے اس کو آزادی ہوتی ہے لیکن قانون کو کوئی نہیں چھیڑ سکتا۔ ہر ایک کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر میں نے قانون کے ساتھ کوئی ایسی بات کی تو پھر میری خلاصی نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے قانون کی پابندی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں ہر قسم کی آزادی ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں نہ آزادی ہوتی ہے اور نہ قانون پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ ہم غلاموں جیسے رہتے ہیں، بلکہ میں تو ایک لفظ استعمال کروں گا کہ یہاں ہم لوگ جو ہیں وہ یرغمالیوں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ ہم مخصوص ٹولوں کے یرغمالی بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں وہ کہتے ہیں کہ بات بھی ایسے کریں، تقریر بھی ایسے کریں، تحریر بھی ایسی ہو، سوچ بھی ایسی ہو، فکر بھی ایسی ہو اگر اس

سے ادھر ادھر کی بات ہوئی تو پھر خیر نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین! ایسی باتوں کے ہوتے ہوئے ایک قوم کی حیثیت سے ہم کیسے جی سکیں گے۔ ہم کیسے اس ملک کو باقی رکھ سکیں گے۔

لاء اینڈ آرڈر کی situation بھی ان چیزوں کی وجہ سے خراب سے خراب تر ہوتی چلی گئی ہے کہ جو مسئلہ اسی وقت حل ہونا چاہیئے تھا اس کو ہم حل نہیں کرتے، اس کو طول دیتے ہیں، اس کو لمبا کر دیتے ہیں۔ کراچی کا مسئلہ کافی سالوں سے چل رہا ہے اس لئے یہاں پر جتنی باتیں میں سنتا ہوں وہ صرف کراچی کراچی کی بات ہوتی ہے۔میں ان کو مالاکنڈ ڈویژن لے جاتا ہوں کہ وہاں پر یہ دیکھ لیں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے اور اس کا کیا حشر ہو گا اور دو تین سال بعد وہاں کیا ہو گا۔ میں ان کو لاہور کے واقعات اور باقی علاقوں کے واقعات بتاؤں۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں جو ہے وہ میرے فرقے کا نہیں ہے، میرا حق ہے کہ میں ان کو ماروں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ میرے فرقے کا نہیں ہے میرا حق ہے کہ میں ان کو ماروں۔ تو ہم سیکھتے بھی نہیں ہیں۔ یہ جمہوریت جو کہ ہماری اپنی اختراع نہیں ہے، نہ ہم نے اس کو پروان چڑھایا ہوا ہے، نہ ہم میں اتنی سکت تھی کہ ہم جمہوریت بنا سکتے یہ تو باہر کی دنیا نے کئی سالوں کی قربانیاں دے کر کئی سالوں کے تجربے کر کے ایک چیز بنائی ہوئی ہے اور ہمیں دی ہوئی ہے کہ صرف اس کی نقل کرلیں۔ لیکن وہ جو محاورہ ہے کہ نقل را عقل باید۔ اس نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہے وہ ہم استعمال نہیں کرتے۔ اس کا کیا طریقہ ہوتا ہے یہی ہوتا ہے جو ہمارا ہے۔ پارلیمنٹ کا اجلاس ہم چلاتے ہیں۔ اور اب تو ہم نے حالت یہ کر دی مارشل لاء کے بعد سب کو پیسوں پر سب کو غلط راہ پر ڈال دیا۔ یونین کونسل میں پیسے، ڈسٹرکٹ کونسل میں پیسے، عشر و زکوۃ میں پیسے، پھر ممبروں کو فنڈز ۔ اب ہم جہاں بھی جاتے ہیں تو کوئی ہم سے نہیں پوچھتا کہ تمہارا نظریہ کیا ہے خیال کیا ہے ملک کے لئے کیا سوچ ہے کیا کیا ہوا ہے، صرف یہ کہتے ہیں کہ اچھا میرے لئے اگر یہ پائپ ڈالنی ہے تو میں ووٹ دوں گا۔ یہ گلی پکی کرانی ہے تو ووٹ دوں گا۔ یہ جگہ صاف کرانی ہے تو ووٹ دوں گا، ورنہ نہیں دوں گا۔ ممبروں کی جب یہ حالت ہوجائے اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ہمارے ممبر جیسے تو دنیا میں کہیں ہے ہی نہیں، اگر ہیں تو ہم ہیں۔ پھر دوسرا جھگڑا ہمارا شروع ہو جاتا ہے جس کی حکومت ہوتی ہے وہ اپنے ممبروں کو زیادہ دیتے ہیں اور دوسروں کو کم دیتے ہیں یا کبھی نہیں دیتے تو ہر ایک،اس دوڑ میں لگا ہوتا ہے کہ مجھے بھی اتنے دے دیں مجھے بھی اتنے دیں، جتنے ان کو ملے یہ بھی پیسے کا چکر۔ یہ پیسے کے چکر میں پہلے تو چند لوگ ہوتے تھے۔ ہم

سنتے تھے، تیس سال پہلے، چالیس سال پہلے، چند رشوت خور ہم ان کو پشتو میں بڑی خور کہتے تھے۔ بڑی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح سے چھپاتے تھے کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا کہ کسی نے پیسے لئے ہوئے ہیں۔ اب تو جو رشوت خور ہے وہ تو مزے کر رہا ہے billionaire بن رہا ہے۔ میں 37 سال میں ابھی تک اسی حالت میں ہوں جس میں 37 سال پہلے تھا۔ اور اب دو دو، تین تین سال وزارتیں کر کے اور تین تین سال، چار چار سال ممبری کر کے کسی کی چار فیکٹریاں ہو جاتی ہیں کسی کی دو ملیں ہو جاتی ہیں، کسی کے دس پلازے ہو جاتے ہیں، کسی کے باہر ملک میں پانچ ارب روپے ہو جاتے ہیں، اور کئی قسم کی چیزیں ہو جاتی ہیں۔ تو ہم نے سیاست کو بالکل تجارت بنایا ہوا ہے ۔ میں سیاست کو اس لئے تجارت بھی کہتا ہوں۔ آپ خود بھی سوچ لیں کہ اگر سیاست تجارت نہیں ہے تو ایک آدمی کو کیا پڑی ہے کہ وہ الیکشن میں ایک کروڑ اور دو کروڑ روپے دے کر الیکشن جیت لے۔ پہلے کیا پیسوں کے زور پر کوئی الیکشن لڑتا تھا۔ مجھے تو یاد ہے پہلے ہمارے الیکشنوں میں ایک آدمی کراچی سے ہمارے سوات میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ فلاں پارٹی ہے اس کی اور فلاں نظریہ ہے ، فلاں منشور ہے، اس کو ووٹ دیں ۔ دوسرا آدمی وہاں سے کراچی میں الیکشن کے لئے کھڑا ہو جاتا تھا لوگ کہتے تھے کہ اس کے فلاں ----- اب حالت دیکھیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ اچھا تم تو کھانے والے ہو، تم تو کھاؤ گے ارب پتی بنو گے تو مجھے کیا دو گے؛ پیسوں کا لین دین ہوتا ہے۔ تو جب پیسوں کا لین دین ہو اور ہماری ساری توجہ اس طرف ہو تو پھر قوم کے لئے کون کچھ کرے گا۔ اس لئے ہماری ساری سوچ اس طرف گئی ہوئی ہے۔

اس کے ساتھ دوسری بات جو ہماری پارلیمنٹ کے لئے ضروری ہے کہ دو تین چار آدمیوں کے غلام بن گئے ہیں۔ وہ جو بھی چاہیں ہم بس ان کے ---- اگر وہ دھیمی آواز میں کچھ کہے تو ہم اونچی آواز سے وہی بات دہراتے رہتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کو ہماری آوازیں پہنچ جائیں تاکہ ہمیں یا منسٹریاں دی جائیں یا ہمیں کچھ مراعات دی جائیں۔ یا اگر وہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر کچھ پیسوں کا لین دین ہو جائے۔ تو ہماری ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم یہ کریں۔ اگر سیاست صحیح معنوں میں ہو تو کسی کو کیا پڑی ہے کہ وہ ضرور اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے۔ اور وہ کوشش کرے کہ میں وزیر بن جاؤں، میں کوئی اور بن جاؤں ۔ یہ تو خدمت ہوتی ہے، یہ تو خدمت کے جذبے کے لئے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ تو اگر وہ کہتے ہیں کہ خدمت ---------

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ خان صاحب بہت سینئر پارلیمنٹرین ہیں

It is up to him when to wind up

جناب فتح محمد خان۔ اسی طرح سے ہمارا نظام تعلیم جو ہے اس کی طرف اگر آپ دیکھ لیں تو نظام تعلیم بھی ہمارا روز بروز خراب ہوتا گیا۔ خراب ہوتا گیا۔ اب تعلیم کی یہ حالت ہے کہ ہوسٹلوں میں لوگ کلاشنکوف لئے پھرتے رہتے ہیں۔ اور نقل کر کے وہ امتحان پاس کر لیتے ہیں ۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ کتاب لے کر کچھ دیکھ تو لیں ۔ اور ہم نے یہ حالت ہاسٹلوں کو منتقل کر دی ہے۔ وہ بھی کوئی ایک پارٹی کا ہوتا ہے۔ کوئی دوسری پارٹی کا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن ۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم تو بھائی ہیں ۔ دوست ہیں ۔ ہمیں کچھ سیکھنا ہے ۔ مستقبل کے لئے ہمیں ملک کو آباد کرنا ہے ۔ لیکن وہ بھی ہم سے سیکھ کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور خرابی ہو سکتی ہے ۔ تعلیم میں ہوتی رہتی ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کا ابھی تک ہم نے معیار مقرر نہیں کیا ۔ ہم کہتے ہیں کہ تعلیم ہمیں انگریزوں سے ورثہ میں ملی ہے ۔ اس لئے ہمارے مالاکنڈ ڈویژن والے کہتے تھے کہ ہم نہ تو ایکشنز مانتے ہیں اور نہ انگریزوں کے شاگرد ۔ جنہوں نے سکولوں میں سبق پڑھا ہے ۔ ان کے قانون مانتے ہیں ۔ جس نے مدرسے میں سبق نہیں پڑھا ہو اس کا قانون ہم نہیں مان سکتے ۔ ہمیں پتا نہیں چلتا کہ اگر یہ سکول وغیرہ واقعی غیر اسلامی ہیں تو ان کو ختم کر کے سارے ملک میں مدرسے کھول دیں اور ایک طریقہ نظام تعلیم ہو۔ اگر یہ اسلامی ہے اور اس میں کوئی ایسی ممانعت نہیں ہے ۔ کوئی ایسی برائی نہیں ہے کہ اگر چند کتابوں کے ساتھ ساتھ آدمی کو سائنس ۔ فلاسفی ۔ جغرافیہ ۔ تاریخ اور دوسرے مضامین میں بھی علوم حاصل ہوں تو پھر جو ضروری اسلامی باتیں ہیں نصاب میں ڈال کر ایک ہی طریقہ بنا لیں ۔ اس کی بھی ابھی تک کسی کو سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں کس طرف جا رہے ہیں ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی تک ہم نے منزل کا تعین نہیں کیا ہے ۔ 1985ء کی اسمبلی میں جب میں ممبر منتخب ہوا تو اخبار والے آئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ جو انتخابات ہونے ہیں اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو میں نے کہا اخبار والے آپ ہیں ۔ آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں ۔ ایک طرف تو حکومت کا دعویٰ یہ ہے کہ آزادانہ ۔ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات ہیں ۔ اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ جو پارٹیوں والے ہیں یا جو لوگ ہمیں پسند نہیں ہیں وہ حصہ نہیں لے سکیں گے ۔ باقی فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے کہ کیسے ہونے تو پھر اس نے کہا کہ یہ جو الیکشن کے بعد Revival of Constitution Order ہوا ۔ یہ کیسے ہوا میں نے کہا ٹھیک ہوا ۔ اس نے کہا

یہ کیسے ٹھیک ہوا یہ تو اسمبلی کا حق بنتا تھا کہ وہ کرتے ۔ میں نے کہا کہ یہ پاکستان جو ہم نے مسلمانوں کے لئے ایک ملک بنایا ہوا ہے ' ہم ابھی تک کہتے ہیں کہ یہ ہم نے تجربہ گاہ بنائی ہوئی ہے ' اور ابھی تک تجربے کرتے رہتے ہیں ۔ جتنے پہلے آئے ہیں ' سب نے تجربے کئے اور سارے تجربے ناکام ہو گئے ' تو اب ان کی باری ہے یہ بھی تین چار اپنے تجربے کر کے چلے جائیں گے ۔ تو تجربوں والا سلسلہ جو ہے یہ ختم کرنا چاہئیے اور کوئی ایسا واضح لائحہ عمل' کوئی ایسی منزل ہمارے سامنے ہونی چاہیئے جس کی طرف ہمیں بڑھنا چاہیئے ۔ جیسے یہاں پر ہمارے کافی دوستوں اور ساتھیوں نے ذکر کیا کہ باہر ممالک میں دیکھیئے ' حکومتیں بدلتی رہتی ہیں ' لیکن ان کی جو بنیادی پالیسیاں ہیں یا جو ان کے ملک کی ترقیاں ہیں ' وہ کبھی نہیں رکتیں ' ہماری ایک حکومت بدل جاتی ہے تو دوسری حکومت جب آتی ہے تو جو کچھ پہلی حکومت نے کیا ہوتا ہے اس کو ختم کر کے اس کو اپنی مرضی سے چلانا شروع کر دیتے ہیں ۔ دوسری حکومت آ جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو سارے کے سارے غلط ہوئے ہیں ' ان سب کو ختم کر دو۔ پھر وہ دوسرا شروع کر دیتے ہیں تو پھر انہیں اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ جو کام شروع کیا ہوا ہوتا ہے اس کو مکمل طور پر ختم کر دیں ' اس کو ادھورا چھوڑ کر پھر وہ چلا جاتا ہے ۔ تو یہ سلسلہ بھی ہمیں بند کرنا چاہیئے ۔ اس سے زیادہ وقت میں آپ کا نہیں لوں گا ۔ آپ نے بڑی مہربانی کی اور باقی مہربانوں نے بھی میری باتیں سنیں ۔ میں تو اکثر ان کی باتیں سنتا رہتا ہوں ۔ آپ کو پتا ہے جی میں بولتا نہیں ' اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے ذہن میں کوئی خاص بات ہے نہیں اور سمجھ بھی نہیں ہے اس لئے ان سے کچھ سیکھ لوں ' لیکن کبھی کبھار ایک دو الفاظ کہنے پڑتے ہیں ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر ۔ ماشاء اللہ دونوں جانب سے خان صاحب آپ کو اس وقت خراج تحسین ملا ہے اور آپ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں ۔ آپ کے تجربے سے سب کو استفادہ کرنا چاہیئے اور میرا خیال ہے آپ کی ان باتوں سے بھی کریں گے ۔ ایوان کا اجلاس کل صبح دس بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے ۔

[The House then adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Wednesday, December 28, 1994]

PCPPI—4501(97) Senate—4-11-97—180.